جلد 24 شمارہ 10 ماہ نومبر 2022ء جمادی الاول 1444ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ
فلاحِ آدمیّت
گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان
0321-6400942

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری
0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولٰنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ رَحْمَۃُ الْلِعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. وَالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ.○

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ایک سال ہمیں صحت جیسی انمول دولت کے ساتھ ساتھ ہر طرح سے اپنی نعمتوں سے نوازا اور آج پھر پورے ایک سال کے بعد آپس میں مل بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا۔ آج کے دور میں انسان کسی نہ کسی طور پر مصروف ہے، آپ نے بہت سی مصروفیات کو ترک کر کے اس مبارک ومسعود کنونشن میں تشریف لا کر، اجتماع کے حسن کو دوبالا کر دیا اور ہمارے حوصلوں کو زندگی اور عزائم کو تازگی بخشی ۔ ہمارے دلوں میں خوشی و مسرت کے جذبات موجزن ہیں ۔سلسلہ تو حیدیہ کا اجتماع کوئی دنیاوی اجتماع یعنی کاروباری یا سیاسی نہیں، بلکہ یہ تو محض اللہ کی یاد، اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے یہاں حقائق ایمان کا دور چلتا ہے، روح پرور ماحول میں قرآنی ونبوی مباحث اور آخرت کے تذکرے ہوتے ہیں، جو قلوب کے اندر اللہ کی محبت کا ایک سیلاب لے آتے ہیں، جس سے قلوب میں اللہ کی تسبیح ،حمدوتعریف ، ذکروشکر اور حسنِ عبادت کی کیفیات موجزن ہوجاتی ہیں، عبادت میں دلجمعی آتی ہے۔یقین میں ایک وثوق اور ہمتوں کو ایک نئی مہمیز ملتی ہے۔اس میں

شریک سب بھائی ایک دوسرے کو پریم و پیار بانٹتے ہیں اور پورے خلوص و پیار سے اپنے اعلیٰ خیالات و آراء سے نوازتے ہیں۔

اس لیے ہم سب کو یہاں آنے پر اور اس عظیم اور لاثانی اجتماع میں شریک ہونے پر اللہ کا شکر گزار رہنا چاہیے۔ ہمیں اپنے ان بھائیوں کو جو کسی وجہ سے اجتماع میں شریک نہیں ہو سکے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے اور ان کو ان کی مشکلات سے نجات دے جن کی وجہ سے وہ آج یہاں موجود نہیں۔

یاد رکھیں! ہمارا یہ اجتماع کوئی سیاسی جلسہ ہے نہ کسی اور دنیاوی غرض کیلئے ہم اکٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک خالص اللہ کے ذکر اور اس کو راضی کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے سب بھائی ایک دوسرے سے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے طریقے سیکھیں اور جو سکھا سکتے ہیں اپنے کمزور بھائیوں کو سکھائیں، تاکہ یہاں سے جب واپس گھروں کو لوٹیں تو سب کو اطمینان ہو کہ ہم خالی ہاتھ نہیں لوٹے۔

برادران حلقہ! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں خوشی اور غم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ گزشتہ دو سال کے عرصے میں ہمیں بھی کچھ صدمے برداشت کرنے پڑے ہیں اس دوران ہمارے پیارے بھائی

۱: منیر احمد لودھی آف کراچی

۲: عبدالرشید منہاس آف اسلام آباد

۳: چودھری محمد حسین آف چیچہ وطنی،

۴: محمد نذیر توحیدی آف راولپنڈی

۵: محمد اسحاق آف راولپنڈی

۶: محمد شریف چیمہ صاحب آف راولپنڈی کے جواں سال پوتے احمد فاروق چیمہ (جاوید چیمہ صاحب کے اکلوتے صاحبزادے)

۷: اسلام آباد کے بھائی محمد اسحاق کی والدہ (انصاری صاحبؒ کی بیعت تھی)

۸: قبلہ ڈار صاحبؒ کی بڑی صاحبزادی باجی شگفتہ

۹: گکھڑ کے بھائی حاجی محمد احمد

ہمیں داغ مفارقت دے کر ہمیشہ کیلئے ہم سے بچھڑ گئے۔ ان کے علاوہ دیگر بھائیوں کے بے شمار اعزا و اقربا بھی خالق حقیقی سے جا ملے۔ میں اپنی اور تمام حلقہ کے بھائیوں کی طرف سے ان سب متوفیان کی رحلت پر اظہار غم و تعزیت کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب متوفیان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

برادرانِ عزیز! ہمارے سلسلے کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ ہمارے پاس بانی سلسلہ کی علمی میراث تحریری صورت میں موجود ہے۔ جس سے استفادہ کر کے ایک سالک بفضلہٖ تعالیٰ ولایت کے اعلیٰ ترین مناصب حاصل کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں قبلہ ڈار صاحبؒ کی تحریریں بھی اس ضمن میں بیش بہا اضافہ ہیں۔ کمی اگر کہیں ہے تو ہمارے شوق و طلب میں ہے۔ میرا یقین ہے کہ اگر ہم اپنی مجالس و ملاقاتوں میں بانی سلسلہ کی کتب میں درج باتوں کو تکرار کے ساتھ دہراتے رہیں تو ہمیں اس کے بہت سے روحانی و علمی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ خود آپؒ نے فرمایا ہے کہ "مرنے کے بعد میرا فیض دس گنا بڑھ جائے گا" اب آپ خود اپنے آپ سے سوال پوچھیں کہ آپ کو دس گنا میں سے کتنا حصہ پہنچ رہا ہے۔ اگر نہیں پہنچ رہا یا کم پہنچ رہا ہے تو اس کی وجہ بھی بانی سلسلہؒ نے بتادی ہے کہ جو لوگ بتائی ہوئی باتوں پر کما حقہ

عمل نہیں کرتے انہیں کچھ نہیں ملے گا۔

تو آج میں آپ کے سامنے بانی سلسلہ کی کہی ہوئی باتوں میں سے صرف ایک شعبہ ہی رکھوں گا اور وہ ہے راہ سلوک کی رکاوٹیں اور ان کا حل ۔ اور آپ یقین مانئے کہ یہ شعبہ اس وقت اگر راہ سلوک کے مسافروں کے لیے اہم تھا تو آج یقیناً اہم ترین ہے چونکہ اس خطبہ میں راہ سلوک کی رکاوٹوں کا ذکر ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے تو جو لوگ ہتھیلی پر سرسوں جمانا نہیں چاہتے اور واقعی راہ سلوک کو تکمیل کرنا چاہتے ہیں اور جو رکاوٹیں اور مصائب پیش آتے ہیں ان کو دور کرنے کے لیے جدوجہد کرتے اور تکلیفیں اٹھانے کے لیے تیار ہیں تو یقیناً وہ کامیاب ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

میری رائے میں یہ خطبہ سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ ذکر اور عبادت تو ہر شخص شروع کر سکتا ہے اور کر لیتا ہے اور شیخ کامل کی توجہ سے اس کو ذکر وغیرہ میں لطف بھی آنے لگتا ہے۔ گرمی، سرور اور نشہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ آ جاتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور رکاوٹ زیادہ سخت ہو تو گھبرا کر ذکر وغیرہ چھوڑ دیتا ہے یا کم از کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ اس کا دماغی سکون ختم ہو جاتا ہے اور ذکر میں وہ لذت نہیں آتی جو پہلے تھی۔ اس موقعہ پر ہزاروں سالکان راہ طریقت میں سے دو چار ہی مرد میدان ہوتے ہیں جو ثابت قدم رہتے ہیں ورنہ باقی سب میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں ۔ ایسے موقعہ پر کئی ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں جو پیر سے مدد چاہتے ہیں کہ یا تو وہ رکاوٹوں کو اپنی کرامت سے دور کر دے یا خود ان میں اپنی ہمت باطنی اور توجہ سے اتنی طاقت پیدا کر دے کہ وہ رکاوٹ پر غالب آ جائیں ۔ لیکن کوئی پیر کامل ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں کرتا بلکہ ان کو رکاوٹ پر غالب آنے کا صرف راستہ بتا دیتا ہے۔ وہ مدد کیوں نہیں کرتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح

پیر کی مدد سے جو لوگ سلوک طے کرتے ہیں ان میں ان کی اپنی ذاتی طاقت کبھی پیدا نہیں ہوتی ۔ وہ اپنے پاؤں پر خود کبھی کھڑے نہیں ہوتے ۔ ہمیشہ پیر کے کندھے کا سہارا لے کر چلنے کے عادی ہوتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنا کچھ نہیں ہوتا ۔ جو کچھ ہوتا ہے سب پیر ہی کا ہوتا ہے۔اس لیے جب کبھی پیر کی طرف سے مدد نہیں ملتی یا پیر فوت ہو جاتا ہے تو ان کی قوت ختم ہو جاتی ہے اور وہ کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔

موٹی عقل کا آدمی بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کا کوئی سا بڑا کام بھی بغیر سخت محنت اور مجاہدے کے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ دنیوی امور میں تو منزل مقصود کا علم ہوتا ہے اور اس تک پہنچنے کے ذرائع بھی ہوتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص ان ذرائع تک دسترس حاصل نہ کر سکے ۔ جو لوگ محنت اور عقل سے ان ذرائع کو حاصل کر لیتے ہیں وہ سو فی فیصد کامیاب ہو جاتے ہیں ۔لیکن سلوک میں یہ بات نہیں ہے۔سلوک کی آخری منزل اور مقصد خدا کا قرب' دیدار اور معرفت حاصل کرنا ہے۔لیکن خدا نہ تو دکھائی دیتا ہے' نہ سمجھ میں آ سکتا ہے' نہ اس تک پہنچنے کے ذرائع ہی سالک کے علم میں ہوتے ہیں۔اس لیے منزل مقصود تک پہنچنا اس وقت تک محال ہوتا ہے جب تک کوئی سچا رہنما اور رہبر نہ ہو۔

اور رہنما اور رہبر صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو خود منزل مقصود تک پہنچ چکا ہو اور راستہ کے اتار چڑھاؤ اور پیچ وخم سے خوب واقف ہو۔لیکن ایسے رہنما اور رہبر سے بھی پورا فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو سچے طالب ہوں۔ جن کی طلب اس قدر پختہ اور شدید ہو کہ منزل و مدعا تک پہنچنے کے لیے ہر طرح کی تکالیف خندہ پیشانی سے اٹھا سکیں اور کتنی ہی مصیبتیں پڑیں ان کے عزم و استقلال میں کمی نہ آئے ۔ وہ رکاوٹیں درج ذیل ہیں:

(۱)......پہلی رکاوٹ جو راہ سلوک میں پیش آتی ہے۔طلب کی خامی اور کمی ہے۔یوں سمجھنے کو تو ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ میری طلب صادق اور میرا عزم راسخ ہے لیکن یہ اس کی بھول ہوتی ہے۔طلب صادق کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ راہ کی کسی دشواری کو خاطر میں نہ لائے اور ہمیشہ آگے ہی بڑھتا رہے۔میدان جنگ میں غازیوں اور مجاہدوں کا خیال کرو۔ان کا مقصد دشمن کے مورچوں پر قبضہ کرنا ہوتا ہے۔اس کے لیے جب وہ حملہ کرتے ہیں تو اگرچہ میدان میں گولوں اور گولیوں کا مینہ برستا ہوتا ہے اور ایک انچ جگہ بھی ایسی نہیں ہوتی جہاں گولیاں نہ برس رہی ہوں۔لیکن جب وہ ارادہ کر لیتے ہیں تو اسی مینہ میں آگے بڑھتے ہیں۔گرتے ہیں' زخمی ہوتے ہیں' شہید ہوتے ہیں لیکن ان کے قدم پیچھے نہیں ہٹتے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دشمن کے مورچوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اس کی توپوں کو خاموش کر دیتے ہیں۔یہ گولے اور گولیاں تو نظر آتی ہیں لیکن راہ سلوک کے مجاہد کو جن گولے اور گولیوں کی بارش میں گزرنا پڑتا ہے وہ نظر نہیں آتیں۔صرف محسوس ہوتی ہیں یا سمجھ میں آسکتی ہیں۔اس لیے اگر ارادہ اٹل اور طلب ناقابل شکست نہ ہو تو یہ لوگ چار چھ قدم ہی چل کر اپنے مورچوں میں واپس آجاتے ہیں اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں۔اس لیے جب تک طلب کامل اور عزم راسخ نہ ہو کسی کو بھی اس راہ پر خطر میں قدم نہیں رکھنا چاہیے ورنہ وہی مثل ہوگی کہ

دھمکی میں مر گیا جو نہ باب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا

(۲)......دوسری رکاوٹ یہ ہے کہ سالک کو پیر کامل سے مرید ہونے کے باوجود اس سے والہانہ عقیدت نہ ہو یا وہ اس کی اطاعت یا ادب کرنے میں کمی کرے۔ان تین باتوں کے متعلق تعمیر ملت اور طریقت تو حیدیہ میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے اور کسی خطبہ میں بھی غالباً

بیان کیا گیا ہے۔اس لیے یہاں یہ خوف طوالت زیادہ بیان نہیں کرسکتا۔صرف اتنا کہتا ہوں یہ تین باتیں قصر سلوک کی بنیاد ہیں۔اگر ان میں ذرا بھی قصور ہوا تو یہ قصر فلک بوس کسی وقت بھی زمین پر گر کر مٹی میں بدل جائے گا۔سچی عقیدت یہ ہے کہ پیر کے کمال میں ذرا سا شبہ بھی کبھی دل میں نہ آنے پائے اور اس کے متعلق کسی برائی کا گمان بھی نہ ہو۔عقیدت میں پیر سے محبت کا امتزاج بھی بے انتہا ضروری ہے۔خشک عقیدت سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اطاعت یہ ہے کہ پیر کا ہر حکم خواہ وہ بہ امتثال امر ہو یا بہ سبیل تذکرہ آنکھ بند کرکے خوشی سے پورا کیا جائے خواہ اس کے منافع اور مصالح سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ادب یہ ہے کہ پیر خواہ موجود ہو یا غائب اس کا تھوڑا سا خوف اور زیادہ سے زیادہ محبت و عزت دل میں موجود رہے۔مرید اس کی کوئی ذراسی برائی بھی کانوں سے نہ سن سکے اور ایسی جگہ سے فوراً دور چلا جائے۔پیر کی موجودگی میں بات زیادہ نہ کرے اور بات کرے تو آواز بلند نہ ہو۔ہنسنا' قہقہے لگانا' پیر کی مجلس میں پاؤں پسار کر بیٹھنا یا لیٹ جانا سخت بے ادبی ہے۔پیر سے زیادہ سوالات کرنا بھی ادب کے خلاف ہے۔پیر اگر بے تکلفی سے بھی پیش آئے تو خود ہرگز بے تکلف نہیں ہونا چاہیے۔الغرض کوئی بات بھی تمیز و تہذیب کے خلاف نہ ہونی چاہیے۔

(۳)......تیسری رکاوٹ ماحول ہے۔ماحول سے مراد اپنا گھر' ہمسائے' محلّہ اور وہ لوگ جن کی صحبت میں سالک رہتا ہے۔اگر گھر میں ہر وقت شور و غل اور لڑائی جھگڑا رہتا ہو تو سالک کو وہاں سکون کے ساتھ ذکر کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔محلے کے لوگ اگر بد اخلاق ہوں' لڑتے جھگڑتے ہوں اور گالیاں بکتے ہوں تو ان کا اثر بھی ضرور پڑتا ہے اور ذکر و عبادت سے جو تھوڑا بہت سکون ملتا ہے وہ زائل ہو جاتا ہے۔اسی طرح جن لوگوں کی صحبت میں سالک رہتا ہے اگر وہ بد چلن' بداخلاق اور بد خو ہوں تو سالک ان سے بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس لیے اگر وہ سالک اللہ کے راستہ پر کامیابی سے چلنا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر کے اچھے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور ممکن ہو تو وہ محلّہ اور گھر بھی بدل دے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی مسجد وغیرہ میں ایسا گوشہ عافیت دریافت کرے جہاں ذکر سکون سے ہو سکے۔ ذکر جب پختہ ہو جاتا ہے تو گھر اور محلّہ وغیرہ کے مخالف حالات کا اثر سالک کی طبیعت پر نہیں پڑتا بلکہ خود اس کا اثر لوگوں پر پڑنے لگتا ہے۔ لیکن جب تک ذکر پختہ نہ ہو اور اس کا اثر سالک کی رگ و پے میں نہ سما جائے اس کو مخالف ماحول سے دور رہنا ہی لازم ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جس بات، جس چیز یا جس آدمی کی وجہ سے اس کے ذکر اور خدا کی یاد میں ذرا سا بھی مخالف اثر پڑتا ہو اس کو چھوڑ دے اور یہ یاد رکھے کہ نہ اس دنیا میں کوئی کسی کے کام آتا ہے نہ آخرت ہی میں کچھ مدد کر سکتا ہے۔ یہ صرف خدا کی ذات ہی ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتی ہے۔ خدا ہی اس دنیا میں اس کی مدد کرتا ہے اور خدا ہی مرنے کے بعد اس کے ساتھ ہوگا اور اس کی مدد کرے گا۔

(۴)...... چوتھی رکاوٹ عسرت و غربت ہے۔ آمدنی کم ہے اہل و عیال کثیر ہیں پھر برادری اور کنبہ کی لغو اور خلاف اسلام و انسانیت رسوم جن میں خرچ نہ کرو تو ناک کٹتی ہے۔ یہ فضول رسمیں پوری کرنی ہی پڑتی ہیں خواہ قرض لینا پڑے۔ رشتہ داروں اور ملنے والوں میں کئی امیر بھی ہوتے ہیں جو اچھا کھاتے، اچھا پہنتے ہیں۔ موٹروں میں پھرتے ہیں ان کو دیکھ کر کڑھنا اور رنج کرنا۔ بچوں اور بیوی کی شکایات کہ ہمارے پاس یہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے فلاں کے پاس تو سب کچھ ہے۔ ہمارے لیے بھی ایسا مکان لو۔ ایسے ہی کپڑے اور زیور وغیرہ بناؤ وغیرہ وغیرہ۔ یہ رکاوٹ بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر سالک اس پر غالب نہ آ سکے تو پھر وہ کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس رکاوٹ کا علاج قناعت ہے۔ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ

جو کچھ خدا نے تم کو دے رکھا ہے اس پر تمہارا دل خوش رہے۔کبھی شکایت کا جذبہ پیدا نہ ہو بلکہ جذبات شکر و سپاس سے تم ہمیشہ مسرور رہو۔بظاہر یہ بات بالکل ناممکن نظر آتی ہے کہ غربت و نکبت میں بھی انسان ایسا ہی رہے جیسے دولت و ثروت میں رہتا ہے۔لیکن فکر صحیح اور مشاہدہ وسیع سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات ناممکن تو کیا کچھ زیادہ دشوار بھی نہیں ہے۔جن لوگوں کی طلب صادق اور ارادہ پکا ہوتا ہے وہ بہت آسانی سے ان تمام پریشانیوں پر قابو پا لیتے ہیں حضور رسول کریم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرو۔غریبی ہی حضور ﷺ کا طرہ امتیاز تھی۔اصحاب کبار میں زیادہ تر غریب ہی تھے۔اصحاب صفہ تو سب کے سب ہی نہایت غریب اور مسکین تھے۔اولیائے کرام میں لاکھوں ایسے گزرے ہیں جن کو کئی کئی دن میں ایک وقت پیٹ بھر کر کھانے کو نہ ملتا تھا۔پھر ان کے پاس نہ مکان تھا' نہ اچھا لباس' مگر یہی وہ لوگ تھے جو آسمان ولایت پر مہر درخشاں بن کر چمکے۔وہ سب انسان تھے۔آپ بھی انسان ہیں۔جو کچھ انہوں نے کیا آپ بھی کر سکتے ہیں۔بات صرف اتنی ہے کہ جو لوگ غربت اور مفلسی کی تکالیف کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں ان کی طلب صادق نہیں ہوتی۔مگر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بڑے طالب صادق ہیں۔ہمارے دوستوں میں سے کئی ایسے موقع پر کہتے ہیں کہ اگر میں اکیلا ہوتا اور بیوی بچے نہ ہوتے تو یہ سب مصیبتیں برداشت کر لیتا۔مگر ان کا کیا کروں۔ان کی تکالیف مجھ سے نہیں دیکھی جاتیں۔مگر ایسا کہنے والے یہ نہیں سوچتے کہ اگر تم اکیلے ہوتے اور یہ تکالیف بہ طیب خاطر برداشت کر لیتے تو کمال ہی کیا تھا۔یہ تو ہر شخص کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو تو تمہاری آزمائش ہی اس طرح کرنی تھی کہ بیوی بچوں کی تکالیف دیکھو اور تمہارے پائے ثبات میں لغزش نہ ہو اور میدان طلب میں اسی طرح ڈٹے رہو اور آگے بڑھتے چلے جاؤ۔افسوس یہ سب بہانے ہیں طلب صادق کا

ان لوگوں میں نام ونشان بھی نہیں۔خود بھی دھوکے میں ہیں اور اپنے شیخ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں ایسے لوگوں کو میں یہی مشورہ دوں گا کہ فقر کا نام بھی نہ لیں۔صرف نماز روزہ کرلیا کریں۔ اور گھر بیٹھے چین سے دنیاداری کی زندگی بسر کریں اور پھر دیکھیں کہ کیا ان کی غربت ونکبت امارت سے بدل جائے گی۔

قرآن پاک میں اس قسم کی تکلیفوں اور دوسری مصیبتوں کا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ نماز اور صبر سے مدد لو۔یعنی نماز قائم رکھو اور جو مصیبت پڑے خوشی سے برداشت کرو۔دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم اپنی حالت پر خوش نہیں ہو تو پھر ایسا کرو کہ فضا میں ایک رسی لٹکاؤ اور پھانسی کھا کر مر جاؤ اور پھر دیکھو کہ (کیا مرنے کے بعد) تمہاری تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔نعوذ باللہ کتنی بڑی اور شدید وعید ہے۔اگر کوئی آدمی صرف اسی پر اچھی طرح غور کرے تو خدا کی قسم کتنی ہی تنگی و ترشی ہو وہ اس کو خاطر میں نہ لائے گا اور ہمیشہ خوش رہے گا۔پھر قرآن میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے کسی کو ناپا تلا رزق دیا ہے اور کسی کو بے حساب عطا فرمایا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کے پاس جو کچھ ہے خدا کی مرضی سے ہے۔تو اے سالکان راہ خدا تم خدا کی مرضی پر خوش کیوں نہیں رہتے اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی کے تابع کیوں کرنا چاہتے ہو اور اگر تم اللہ سے دوستی کرنے گھر سے نکلے ہو اور اس کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو تربیت کے لیے طرح طرح کی آزمائشوں میں ضرور مبتلا کیے جاؤ گے۔اگر یہ بات تم کو پسند نہیں تو جاؤ اپنی ایڑیوں پر الٹے واپس لوٹ جاؤ۔اللہ کا قرب یا اس کی لقاء اور معرفت شب برأت کا حلوہ نہیں ہے۔

عسرت و غربت سے بدل ہو جانے کا ایک علاج حضور رسول کریم ﷺ نے یہ بھی بتایا ہے کہ ''جب تم کو اپنی غربت و زبوں حالی کی شکایت ہو تو اپنے سے کمتر لوگوں پر نظر کرو۔''

تم کو لاکھوں آدمی ایسے نظر آئیں گے جو تم سے بھی کہیں زیادہ مفلوک الحال اور محتاج ہیں۔ ان کی حالت سے عبرت حاصل کرو۔ اور خدا کا شکر بجالاؤ کہ تم بڑے آرام میں ہو۔

سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "میں دمشق میں تھا اور میرے پاؤں میں جوتے نہ تھے ننگے پاؤں پھرنے سے سخت زحمت ہوتی تھی اور دل میں سے یہ شکایت اٹھتی تھی کہ اللہ نے مجھے ایک جوڑا جوتا بھی نہیں دیا۔ اسی حال میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں گیا تو دیکھا وہاں ایک شخص مسجد کے فرش پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے دونوں پاؤں ندارد ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے سخت عبرت ہوئی اور میں نے کہا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے دو پاؤں تو دے رکھے ہیں جن سے میں چل پھر لیتا ہوں۔ یہ غریب تو چلنے پھرنے سے بھی معذور ہے۔" مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد سعدی صاحبؒ کو ننگے پاؤں پھرنے میں کبھی تکلیف محسوس نہ ہوئی ہوگی۔ تکلیف دراصل محض ایک خیالی شے ہے جو اپنی حالت کا مقابلہ اپنے سے بہتر لوگوں کی حالت سے کرنے سے محسوس ہوتی ہے۔ اس کے سوائے تکلیف کے اور کوئی معنی نہیں ہیں۔ عسرت وغربت سے ایک اور بہت بڑا عیب انسان میں پیدا ہو جاتا ہے جس کا نام ہے احساس کمتری۔ یہ ایک ایسی لعنت ہے جو انسان کو ایک سیکنڈ بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ سب سے بڑی خرابی اس میں یہ ہے کہ انسان کو خود یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ احساس کمتری کا شکار ہے۔ جو بچے اپنے ماں باپ یا بزرگوں کو دوسرے لوگوں کی خوشامد اور خدمت کرتے دیکھتے ہیں یا اپنے والدین اور بڑے بھائیوں سے پٹتے رہتے ہیں یا جن کے دلوں میں اپنے رشتہ داروں اور پڑوسی بچوں کے اچھے کھلونے' کپڑے' عمدہ مکانات دیکھ کر یہ امنگیں اٹھتی ہیں کہ یہی چیزیں ہمارے پاس بھی ہوں۔ وہ جب اپنے ماں باپ سے کسی چیز کی فرمائش یا ضد کرتے ہیں اور جواب میں ڈانٹ ڈپٹ سنتے اور مار کھاتے ہیں تو ان کے

دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ان کی تمنائیں کچلی جاتی ہیں۔حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور وہ گلاب کے اس پودے کی طرح مرجھا کر رہ جاتے ہیں جس کو پانی نہ ملا ہو۔وہ جب بڑے ہوتے ہیں تو بظاہر ان تمام باتوں کو بھول جاتے ہیں لیکن یہ تاثرات ان کے لاشعور میں موجود ہوتے ہیں اور ان کے کردار پر برابر اثر کرتے رہتے ہیں۔

(۵)..... پانچویں رکاوٹ دولت وثروت ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دو طرح سے آزماتا ہے۔ایک مفلسی اور مصیبتیں دے کر دوسرے دولت اور آرام و آسائش دے کر۔ حقیقت یہ ہے کہ دولت وثروت کی آزمائش مفلسی اور غربت کی آزمائش سے کہیں زیادہ کٹھن اور دشوار ہے۔مفلسی اور غربت میں تو قدرتاً اللہ یاد آتا ہے اور انسان سب طرف سے مایوس ہو کر اللہ ہی کی طرف جھکتا اور اسی سے مدد مانگتا ہے۔جب کہ مال و دولت کی فراوانی اور عیش و آرام کی زندگی میں انسان سرے سے خدا کو بھول ہی جاتا ہے۔دولت مند انسان گناہوں کے تمام اسباب نہایت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔پھر اس کے گرد بہت سے خوشامدی اور مفت خورے جمع ہو جاتے ہیں جن کا فائدہ ہی اس میں ہے کہ اس کے لیے گناہوں کے ساز و سامان مہیا کریں مثلاً شراب' جوا' زنان بازاری وغیرہ۔چوبیس گھنٹے خرافات یا روپیہ کمانے کے مشاغل میں گزرتے ہیں۔خدا کو یاد کرنے کی فرصت اسے کہاں نصیب ہوتی ہے۔جب حالت یہ ہو اور ہر گھڑی ہر وقت بات بات پر آمنا وصدقنا اور جی حضور کہنے والے موجود ہوں تو کبر و غرور کا پیدا ہو جانا لازمی ہے۔اب وہ عام انسانوں کو ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے۔دوسری طرف مزید دولت کمانے کی دھن میں وہ طرح طرح کے ناجائز وسائل بھی اختیار کرتا اور دن بدن گناہوں اور بداخلاقی کے جال میں جکڑا چلا جاتا ہے۔دنیا کی ہوا و حرص میں جھوٹ بولنا' لوگوں کو دھوکے دینا اور دوسروں کا مال غصب کرنا اس کی عادت

بن جاتا ہے۔اب بتائیے کہ ایسے آدمی کو روحانیت اور بزرگی بھلا کیسے مل سکتی ہے۔ اگر خدائے رحیم و کریم دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں آگ کے عذاب ہی سے بچالے تو یہ محض اس کا فضل و کرم ہی ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے جہاں غربت و نکبت سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا علاج یہ بتایا ہے کہ تم اپنے سے کمتر اور زیادہ مفلوک الحال لوگوں پر نظر رکھو وہاں امارت و ثروت کی برائیوں سے بچنے کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے سے برتر اور اپنے سے زیادہ دولت مند لوگوں کو دیکھو اور ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ مال و دولت کے لحاظ سے تو تمہاری کوئی خاص حیثیت ہی نہیں۔ہزاروں لاکھوں آدمی تم سے کہیں زیادہ دولت مند ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جن کی زندگی نہایت پاک و صاف اور ہر عیب سے مبرا ہے۔اس طرح ممکن ہے کہ تمہارے دل میں جو کبر و غرور ہے وہ ختم ہو جائے اور تم نیک انسان بن جاؤ۔دولت و ثروت کی خرابیوں سے بچنے کے لیے سب سے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ تم خوشامدیوں' چاپلوسوں اور مفت خوروں کی صحبت سے بچو اور ان کو اپنے پاس بھی نہ پھٹکنے دو۔جس دن سے اس کرہ ارض پر تمدن کی بنیاد پڑی ہے اس دن سے آج تک دنیا کے کسی ملک اور کسی قوم کا لٹریچر اور تاریخ اٹھا کر دیکھ لو ہر جگہ تم کو یہی نظر آئے گا کہ اس قسم کے بدقماش' حاشیہ نشین اور شوربہ چٹ لوگ امراء کے گرد صرف اپنی ذاتی منفعت کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ان میں سے ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں ہوتا جو نیکی کی راہ دکھائے یا مصیبت کے وقت کام آئے۔دولت کی برائیوں سے محفوظ رہنے کے لیے دوسرا قدم یہ اٹھانا چاہیے کہ اچھے' نیک اور صالح آدمیوں کی صحبت میں بیٹھو۔کسی کامل بزرگ کی خدمت میں حاضری دیتے رہو تاکہ جو خامیاں پیدا ہوں ان کا ازالہ ہوتا رہے اور دل پر جو زنگ لگا ہے وہ صاف ہو جائے

تیسرا قدم یہ ہے کہ غصہ اور نفرت کی نفی کرنے کی برابر کوشش کرتے رہو۔ خلق خدا سے محبت اور غریب انسانوں کی خدمت کرو۔

اسلام دولت کمانے اور سونے چاندی کے انبار جمع کرنے کو منع نہیں کرتا لیکن وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ تم یہ دولت اپنے ذاتی عیش و آرام کے لیے جمع نہ کرو۔ بلکہ خدا کے لیے قوم کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے جمع کرو۔ اس روپیہ میں سے تم زکوٰۃ نکالو۔ غریب اقربا' یتیموں اور محتاج افراد کی تکالیف کو دور کرنے کے لیے خرچ کرو اور اس طرح دولت کو غرباء پر صرف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اللہ کو قرض حسنہ دو'' تو جو لوگ اس نیت سے دولت جمع کرتے ہیں اور اسی طرح خرچ بھی کرتے ہیں وہ تو خیر ہی خیر کرتے ہیں اور ثواب ہی ثواب کماتے ہیں۔ اس دولت سے ملکی دفاع کے لیے بڑی بڑی فوجیں کھڑی کرو' ان کے لیے جدید ترین قسم کے آلات اور ہتھیاروں کو بنانے کے لیے کارخانے قائم کرو۔ ہمارے امراء اور صنعت کاروں کو یاد رکھنا چاہیے اور ہر وقت یاد رکھنا چاہیے کہ جس ملک پر کوئی دشمن قبضہ کرتا ہے اس ملک کے امیروں کی بھی سب دولت چھین لیتا ہے۔ ان کا عیش و آرام مٹی میں مل جاتا ہے اور وہ ذلیل و خوار اور کوڑی کوڑی کے لیے محتاج ہو جاتے ہیں۔

(۶) ...... چھٹی رکاوٹ جذبات ہیں! انسان میں بیسیوں قسم کے جذبات پیدا کیے گئے ہیں۔ اچھے بھی اور برے بھی۔ سالک کو چاہیے کہ وہ اچھے جذبات پر عمل کرے اور برے جذبات کو کچل کر رکھ دے۔ برے جذبات کو قابو میں رکھنے اور کچلنے کے لیے صرف قوت ارادی اور قوت برداشت پیدا کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے اور طاقت ور بنانے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم میں صرف دو باتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ غصہ کو بالکل نفی کر دو' دوسرے یہ کہ کسی سے نفرت نہ کرو۔

اس کے متعلق "تعمیر ملت"، "طریقت تو حیدیہ" میں کافی تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کا اعادہ تحصیل حاصل ہے۔ حلقہ کے جو احباب اس پر عمل کرتے ہیں وہی اس کے فوائد کو سمجھ سکتے ہیں لیکن جو بار بار بتانے اور سمجھانے کے باوجود عمل نہیں کرتے ان کو اب پھر وہی بتانا اور کہنا ضیاع اوقات ہے۔ مندرجہ بالا رکاوٹوں کے علاوہ دو اور رکاوٹیں قابل ذکر اور قابل توجہ ہیں۔ ان میں سے ایک غرور ہے دوسری غلط فہمی۔

(ے)......ساتویں رکاوٹ: انسان جب کوئی اچھا کام کرتا ہے یا کوئی بڑا کارنامہ انجام دیتا ہے تو اس کو فطرتاً خوشی محسوس ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو دوسروں سے قدرے ممتاز محسوس کرتا ہے۔ اس جذبہ کو فخر کہتے ہیں۔ فخر کا جذبہ ہر انسان میں فطرتاً ودیعت کیا گیا ہے۔ اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو کوئی انسان بڑے بڑے کارنامے انجام نہ دے سکتا۔ نہ مجبوروں اور محتاجوں کو مدد دیتا۔ میں نے ایک چھوٹی سی آٹھ سال کی بچی کو دیکھا کہ ایک دن جب وہ سکول سے آئی تو بہت خوش تھی۔ چہرہ تمتما رہا تھا اور بات بات میں کھلی جاتی تھی۔ میں نے پوچھا آج کیا بات ہے بہت خوش نظر آتی ہو۔ کہنے لگی آج میں نے ایک بہت ہی اچھا کام کیا ہے۔ میرے پوچھنے پر بتایا کہ سکول سے چھٹی ملنے پر جب میں گھر آ رہی تھی تو چوراہے پر ایک عورت کو دیکھا جو بہت ہی بوڑھی، کمزور اور اندھی تھی۔ اس کی بغل میں ایک گٹھڑی اور ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ بار بار سڑک کی طرف بڑھتی لیکن پھر واپس ہو جاتی۔ میں نے پوچھا "اماں کیا بات ہے" کہنے لگی بیٹا سڑک کے پار جانا چاہتی ہوں مگر بھیڑ بہت ہے۔ میں نے گٹھڑی ہاتھ میں لی اور لاٹھی پکڑ کر سڑک کے پار پہنچا دیا۔ اس نے کہا بیٹا میرا گھر نزدیک ہی ہے اگر وہاں تک پہنچا دے تو بڑا احسان ہوگا اس پر میں نے اس کو اس کے گھر کے دروازے تک پہنچا دیا۔ اس بڑھیا نے مجھے اتنی دعائیں دیں کہ آج تک کسی نے بھی نہیں دیں۔ اسی وجہ سے

آج میرا دل بہت خوش ہے۔

فخر صرف نیک اور بڑے کاموں پر ہی نہیں ہوتا اور بھی بہت سی باتوں پر ہوتا ہے۔مثلاً ذات پات پر' اپنے وطن' قوم' قبیلے اور خاندان کی شرافت اور عزت پر یا اپنے خاندان کے کسی معزز اور مشہور آدمی پر۔مثلاً بنو ہاشم اس بات پر یقیناً فخر کر سکتے ہیں کہ ان کے خاندان میں حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے' یا سادات حضور اکرم ﷺ کی آل ہونے پر' یا ہم مسلمان سرور کائنات ﷺ کی امت ہونے پر' وغیرہ وغیرہ۔لیکن یاد رکھیے یہ جذبہ اسی وقت تک فخر کہلاتا ہے جب تک کہ احساس عزت و مسرت کی حدود میں رہے۔اس سے آگے بڑھتے ہی یہ بجائے خیر کے شر بن جاتا ہے۔مثلاً جب کوئی اپنے لباس' مکان' حسب نسب' منصب یا دولت پر اترانے اور شیخی مارنے لگے تو یہ فخر نہیں کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اگر تمہاری کوئی چیز تم سے چلی جائے تو اس پر رنج نہ کرو اور اگر تم کو کوئی اچھی شے میسر آ جائے تو اس پر اتراؤ نہیں اور شیخی نہ مارو۔اللہ شیخی خوروں اور اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اب اگر کوئی اترانے اور شیخی مارنے سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ جائے تو یہی کبر و غرور کہلائے گا جو بہت ہی بڑی بدی ہے۔شیطان کو اس کے کبر و غرور ہی نے قیامت تک کے لیے لعنت میں گرفتار کرایا ہے۔

فخر' اتراہٹ اور غرور میں یہ فرق ہے کہ فخر میں تو دل میں خوشی اور اللہ کے تشکر کا جذبہ ہوتا ہے' اتراہٹ میں اپنی نمود و نمائش منظور ہوتی ہے اور غرور میں اپنی برتری اور دوسروں کی کمتری اور ذلت و حقارت کا خیال ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔غرور طاقت جسمانی' علم' حسن صورت' دولت' منصب' حسب نسب' عبادت اور روحانی طاقت وغیرہ پر پیدا ہو جاتا ہے

اوراس کی وجہ کم علمی، تنگ نظری اور فقدان غور و تفکر ہوتی ہے۔مغرور آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز اس کے پاس ہے وہ اور کسی کے پاس نہیں۔اس لیے وہ اپنے آپ کو افضل و برتر اور دوسروں کو حقیر و ذلیل اور کمتر جانتا ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ وہ جس چیز پر غرور کرتا ہے اسی کے خیال میں مگن رہتا ہے۔یہ نہیں سوچتا کہ اس چیز کے علاوہ دنیا میں اور بھی بہت سی نعمتیں اور خوبیاں ہیں جو دوسروں کے پاس ہیں لیکن اس کے پاس نہیں ہیں۔مثال کے طور پر ایک پہلوان کو اپنی جسمانی طاقت پر غرور ہے اس کے ذہن میں کبھی یہ بات نہیں آتی کہ بلاشبہ میرے پاس جسمانی طاقت تو ہے لیکن نہ علم ہے، نہ دولت ہے، نہ جاہ و منصب۔پھر میں صرف طاقت جسمانی پر کیوں غرور کروں۔یہی حال دوسروں کا ہے کہ ہر ایک کے پاس ایک دو چیزیں ہیں ان کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے اور بہ فرض محال کسی کے پاس اگر سب نعمتیں موجود ہوں تب بھی اس کو یہ غور کرنا چاہیے کہ یہی نعمتیں اس سے کہیں زیادہ دوسروں کے پاس موجود ہیں پھر غرور کس بات کا۔مگر یہ لوگ اس طرح کبھی نہیں سوچتے اگر کچھ دن اس انداز سے غور کریں تو بہت جلد اس بیماری سے نجات مل جائے۔

اب خاص طور پر ان لوگوں کا ذکر کروں گا جن کو اپنی روحانی طاقت پر غرور ہو جاتا ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ روحانی طاقت پر غرور ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کی طلب صادق نہیں ہوتی اور جو بے علم اور کم ظرف ہوتے ہیں اور جو جاہل اور ناقص صوفیوں کی بے سروپا روایات ہی کو حاصل تصوف اور کمال سلوک خیال کرتے ہیں اور محض اس مقصد سے بیعت ہوتے ہیں کہ جلدی سے فقیر بن کر لوگوں کو مرید کرنے لگیں اور ان سے نذرانہ وغیرہ لے کر عیش کریں۔یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی کہ تصوف و سلوک کا مقصد و منتہا ذات باری تعالیٰ کا قرب و مشاہدہ اور معرفت ہے اور اس منزل تک پہنچنے کے لیے

بڑا وقت اور بے انتہا سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ان میں کئی آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو بیعت ہوئے اور ذکر و عبادت کرتے ہوئے دو چار ماہ بھی نہیں گزرنے پاتے کہ ان کا پیانہ چھلکنے لگتا ہے۔اب وہ لوگوں کو دکھانے اور ان پر رعب جمانے کے لیے جاو بے جا'موقعہ بے موقعہ ہر جگہ اپنی عبادت کا ذکر کرتے اور ''اللہ ہو'' کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔

دوسرے گروہ میں وہ لوگ ہیں جو کہ عبادت و ذکر پوری کوشش سے جاری رکھتے ہیں حتیٰ کہ ان میں جذب و حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔یہ وقت بہت نازک ہوتا ہے۔عالی ظرف اور تعلیم یافتہ لوگ تو اس کو خاطر میں بھی نہیں لاتے'لیکن جاہل اور کم ظرف اسی جذبہ و حرارت کو سلوک کا کمال سمجھ لیتے ہیں اور اگر ان کو کچھ روحانی مناظر یا روحیں نظر آنے لگیں یا کشف و کرامات کی طاقت پیدا ہو جائے تب تو پوچھنا ہی کیا۔اب یہ لوگ اپنے آپ کو واقعی کامل و اکمل سمجھ لیتے ہیں۔عوام پر اپنی بزرگی ثابت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔عوام تو رہے ایک طرف ان کو تو یہ اپنے سے کمتر بلکہ حقیر و ذلیل سمجھتے ہی ہیں یہ تو سچ مچ کے بزرگوں کو بھی نہیں گانٹھتے اور ان کے منہ آتے ہیں۔جہاں سنتے ہیں کہ کوئی بزرگ موجود ہے وہیں پہنچ کر ان پر توجہ کرتے اور جتاتے ہیں کہ ہم بھی بزرگ ہیں اور جس کو اپنے سے کم طاقت ور پاتے ہیں اس سے روحانی کشتی لڑنے لگتے ہیں۔اگر ان لوگوں کا شیخ کامل نہ ہوتو ان کا بہت ہی برا حال ہوتا ہے۔کبھی نہ کبھی ان کا واسطہ کسی ایسے جلالی فقیر سے پڑ جاتا ہے جو ان کی ساری شیخی کرکری کر دیتا ہے اور ان کی ساری لنجیا پنجیا چھین چھان کر دنیا کی خاک چھاننے کو چھوڑ دیتا ہے۔بعض تو اس صدمہ سے پاگل ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ اس مقام تک خیر و عافیت سے پہنچ جائیں یعنی ان میں حرارت و جذب بھی کافی پیدا ہو جائے' کشف و کرامات کی طاقت بھی آ جائے'غصہ میں بھی کمی ہو جائے'غرور و نفرت

اور دوسرے کبیرہ نقائص بھی جاتے رہیں وہ ان شاءاللہ ضرور فائزالمرام ہوں گےاور ان کوخدا کا قرب ولقاضرورمیسرآئے گا۔ان بزرگوں کوسمجھ لیناچاہیے کہ وہ ناسوت وملکوت طے کر کے جبروت تک پہنچ گئے ہیں۔جوایک نہایت اعلیٰ مقام اور بڑا مرتبہ ہے۔لیکن یہاں یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جبروتی بزرگوں میں بھی کچھ غصہ ضرور باقی رہ جاتا ہے جس کولوگ ''جلال'' کہتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ بزرگ ''جلالی'' کہلاتے ہیں۔جبروت سے آگے لاہوت ہے۔یہاں پہنچنے اوراس کو طے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طبیعت اوراخلاق میں بے انتہا نرمی، شگفتگی اور لطافت پیدا کی جائے اور چھوٹی سے چھوٹی اخلاقی کمی کو بھی دور کردیا جائے۔صاحب جلال ہونا کچھ اچھی بات نہیں۔ہم کو ہر بات میں حضور نبی کریم ﷺ کی عادات و خصائل اور اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھنا چاہیے۔یادرہے کہ حضور اکرم ﷺ سراپا جمال تھے اور اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو رحمت العالمین کا خطاب عطافرمایا ہے۔

لاہوت سے آگے ہاہوت ہے اور پھر ہو ہے۔یہاں صورواشکال غائب ہو جاتی ہیں اور صرف وہ بزرگ ہی یہاں پہنچ سکتے ہیں جن کا قلبی تعلق دنیا سے اتنا بھی نہ رہے جتنا ایک رائی کا دانہ۔اسی کو قطع ماسویٰ اللہ کی تکمیل کہنا چاہیےاور یہ بات صرف اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی میں بالکل فنا کردیا جائے۔مگر لاکھوں طالبان صادق میں سے بھی چند نفوس ہی یہاں تک پہنچ پاتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ محض اللہ کے فضل و کرم سے ہوتا ہے۔اس سے آگے لطائف امر ہیں اور یہ مقامات مخصوص ہیں صرف عارفان حق کے لیے۔

حلقہ کے اکثر احباب بجاطور پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کس مقام پر ہیں۔تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ بہت کم آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کو خواب میں یا نیم خواب کی حالت میں ان مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے یا یہ بشارت دی جاتی ہے کہ تم فلاں مقام طے کرکے فلاں مقام پر آ گئے ہو۔جن کو نہ بشارت دی جائے نہ کچھ نظر آئے ان کے مقام کا تعین ان کے اخلاق کی پاکیزگی سے ہوتا ہے۔ان کو خود غور کرنا چاہیے کہ بیعت ہونے سے پہلے ان کا اخلاق کیسا تھا اور اب کیسا ہے۔ملکوت میں پہنچ کر اخلاق عام انسانوں کی بہ نسبت بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ گناہوں سے دل محترز رہتا ہے۔ذکر میں لطف آتا ہے اور خدا کی یاد اور محبت دن بدن زیادہ ہوتی جاتی ہے اور دنیاوی تفکرات و مکروہات کا دل و دماغ پر اثر کم ہونے لگتا ہے۔جبروت' لاہوت' ہاہوت اور ہو کا حال پیچھے بیان ہو چکا ہے۔اگر خود اندازہ نہ ہو سکے یا تسکین نہ ہو تو شیخ سے دریافت کرکے اس کی بات پر یقین کر لینا چاہیے۔لیکن سب سے اچھا تو یہ ہے کہ آپ اس چکر میں نہ پڑیں اپنا کام کرتے رہیں۔آخر میں خود ہی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

(۸)......آٹھویں رکاوٹ غلط فہمی ہے۔یہ ایک مبتدی سے لے کر منتہی تک سب ہی کو ہو سکتی ہے۔مبتدی کی غلط فہمیاں تو اس کا شیخ رفع کر سکتا ہے مگر منتہی کی غلط فہمی تو خدا کے دور کیے ہی دور ہوتی ہے۔لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غلط فہمی اپنے بس کی بات نہیں اس لیے گناہ نہیں ہے اور اس کی وجہ سے کوئی سالک اپنی منزل سے گرا نہیں کرتا۔یہ دوسری بات ہے کہ آگے ترقی نہ کر سکے۔غلط فہمی پر مواخذہ بھی نہیں ہو گا۔مرنے کے بعد اس کو اپنی غلط فہمی معلوم ہو جائے گی اور باقی منازل اس کی روح طے کرے گی۔یہ غلط فہمیاں ان گنت قسم کی ہو سکتی ہیں۔اس لیے ان سب کو ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔تاہم چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔عقل مند انسان انہی سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔

مبتدیوں کی غلط فہمیاں تو صرف یہ ہوتی ہیں کہ ان میں سوز و حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ یا کشف و کرامات کی طاقت آ جاتی ہے تو وہ علم نہ ہونے کی وجہ سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ''ہم کامل ہو گئے'' لیکن اس قسم کی غلط فہمیاں شیخ حلقہ یا کوئی اور بزرگ بڑی آسانی سے دور کر دیتا ہے۔ مشکل تو ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو مقام ھو یا لطائف عالم امر سے واسطہ پڑنے پر غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چند بزرگوں کو ابتدا ہی میں جذب و حرارت اور کرامات صادر ہونے کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ یہ جذب و حرارت ہی خدا کی ذات ہے جو ہمارے بدن میں حلول کر گئی ہے اور چونکہ کشف و کرامات اسی حالت جذب ہی میں زیادہ سرزد ہوتی ہیں اور بہت سے خوارق عادات بھی اسی وقت ان کے صرف کہہ دینے سے ظہور میں آ جاتے ہیں۔ اور جب یہ جذب کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے تو وہ معمولی آدمی رہ جاتے ہیں اور کوئی کرامت نہیں دکھا سکتے۔ اس لیے ان کا یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ یہ خود خدا ہی تھا جو اس وقت ان کے جسم میں حلول کر گیا تھا۔ حالاں کہ حلول کا عقیدہ الحاد ہے اور تمام صوفیائے کرام اور علمائے عظام اس بات پر متفق ہیں کہ حلول کا عقیدہ رکھنے والا ملحد ہے۔ لیکن یاد رکھیے کہ حلول کے عقیدہ کو غلط فہمی کی وجہ سے اپنے دل میں رکھنا تو زیادہ نقصان دہ نہیں اور اس سے رجعت نہیں ہوتی لیکن حالت صحو میں لوگوں کے سامنے اس عقیدے کو بیان کرنا اور اس پر اڑے رہنا بہت بڑا گناہ ہے کیوں کہ اس طرح عامۃ المسلمین کے عقائد خراب ہوتے اور ان کے ایمان میں خلل آتا ہے۔

یہ تو تھی مبتدیوں کی مثال۔ منتہیوں کی ایک مثال یہ ہے کہ جب وہ ھو میں پہنچتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں کوئی صورت اور شکل موجود نہیں لیکن عالم مثال اور عالم مادی میں جو کچھ پیدا ہوتا اور ظہور میں آتا ہے وہ سب اسی مقام ھو سے وہاں تک مدارج تنزلات طے کرتا ہوا پہنچتا

ہےتو وہ لطائف عالم امر سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ھوکوخدا کی ذات خیال کر لیتے ہیں۔
میرے شیخ جناب مولانا کریم الدین احمدؒ فرماتے تھے کہ وہ جب ھو،عدم، نفس اور عقل کے لطائف طے کر کے لطیفہ روح میں پہنچے اور یہ لطیفہ ان پر کھلا تو وہ غلطی سے روح کو ذات باری تعالیٰ سمجھ بیٹھے اور تقریباً ایک سال تک اسی کو سجدے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی۔ جنگل بیابان میں ایک مجذوب بزرگ ملا۔ اس نے کہا کہ تو تو کافر ہے۔ روح کو سجدے کرتا ہے۔ جب مولاناؒ نے اس سے گفتگو کرنا چاہی تو بجائے گفتگو کرنے کے اس مجذوب نے مولاناؒ کے منہ پر تھپڑ مارا۔ مولاناؒ فرماتے ہیں کہ تھپڑ کا لگنا تھا کہ حقیقت مجھ پر روشن ہوگئی اور جس غلط فہمی میں میں مبتلا تھا میں نے اس سے توبہ کی اور آگے منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ مجھ کو خود دوران سلوک ایک ایسی ہی غلط فہمی ہوئی۔ یعنی جب میں عدم میں پہنچا اور میں نے معلوم کیا کہ وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ کوئی رنگ نہ بوٗ نہ جسم نہ صفت۔ تو میں نے اس کو ذات باری تعالیٰ سمجھا اور تقریباً دو سال اسی غلط فہمی میں مبتلا رہا اور آگے بڑھنے کی کوشش کو ترک کر دیا۔ حالانکہ ابھی سارا عالم امر اور سواد عرش طے کرنا تھا۔ لیکن آخر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔ میرے ایک دوست کے ذریعے ایک مجذوب نے مجھ کو پیغام بھیجا کہ ''او بیٹھنا والے یہ تو دریائے نیل ہے۔ اس پر عوج بن عنق کی ہڈی کا پل ڈال اور دوسرے کنارے پر چلا جا کہ اصل ملک تو وہیں سے شروع ہوتا ہے۔'' مجذوب کی یہ بڑ سنتے ہی مجھے القاء ہوا کہ دریائے نیل سے مراد عدم ہے اور عوج سے مراد اوج ہے۔ یعنی تو عدم میں ہے اس کے اوج پر پہنچ جا تو پھر دوسرے ملک یعنی عالم امر میں داخل ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ عقل مند طالب اسی سے سب کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

آیئے! اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں پر رحم کرے اور ان کو ایمان کامل دے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو کفار و مشرکین کے مقابلہ کی طاقت دے اور ان پر فتح کامل عطا فرمائے۔ حلقہ توحیدیہ کے سب بھائیوں کو دین اور دنیا دونوں میں کامیاب اور سرخرو کرے اور اپنے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں اپنے قرب، لقاء اور معرفت سے سرفراز فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

خادم الفقراء

محمد یعقوب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت، گوجرانوالہ، 22 اکتوبر 2022ء

بابا جان قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ سے گزری ہوئی یادیں، باتیں

(پیر خان توحیدی)

بابا جان قبلہ انصاری صاحبؒ کے ساتھ گزری ہوئی صرف دو باتیں آپ سے شیئر کرونگا:

1) بابا جان سے میری پہلی ملاقات۔

2) میں نہیں، میری جوتی جائے گی۔

پہلی ملاقات:

یہ سال 1971 یا 1972 کی بات ہے، میں اُس وقت کراچی میں PAF کی یونٹ میں تعینات تھا۔سارجنٹ علی محمد مرحوم ہمارے انچارج تھے جو بابا جان انصاری صاحبؒ کے صفِ اوّل کے مریدوں میں شمار ہوتے تھے اور ہندوستان سے مائیگریٹ ہوکر پاکستان آئے تھے، انہی کے توسل سے مجھے اس سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ایک دِن علی صاحب نے بتایا کہ قبلہ انصاریؒ کراچی اپنے بھائی کے پاس آئے ہوئے ہیں، کل ان سے ملاقات کرنے جائیں گے اور ذکر کا پروگرام بھی اٹینڈ کریں گے۔دوسرے دِن ہم لوگ وہاں پہنچ گئے، مغرب کی نماز کے بعد ذکر کا پروگرام پھر نمازِ عشاء کے بعد اعلان ہوا کہ جن نئے بھائیوں کی قبلہ صاحب سے ملاقات کرانی ہے وہ سامنے تشریف لائیں۔علی صاحب نے مجھے بھی اُن لوگوں میں شامل کردیا۔بابا جان سب بھائیوں سے مصافحہ کرتے اور دُعا دیتے رہے، جب میری باری آئی تو بابا جان نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا اور جلدی سے چھڑانے کی کوشش کی، لیکن

بابا جان نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر فرمایا:

''جب کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دو تو جلدی چھڑانے کی کوشش نہ کرنا جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دے۔ یہ سُن کر میرے تن بدن میں ایک آگ سی لگ گئی، دِل کی دھڑکن تیز ہوگئی اور میں نیم بے ہوشی میں چلا گیا۔ علی صاحب جو کہیں نزدیک بیٹھے تھے مجھے اُٹھا کر باہر لائے، پانی پلایا تو میں ٹھیک ہوگیا۔ یہ تھی میری پہلی ملاقات جسے میں زندگی بھر اپنے ساتھ رکھونگا۔

''میں نہیں میری جوتی جائے گی''

یہ شائد 1975 یا 1976 کی بات ہے میں اُس وقت میں پشاور تھا سرتاج مرحوم خادم حلقہ تھے اور حلقہ بڑے عروج پر تھا۔ ایک دِن انہوں نے خوشخبری سنائی کہ لاہور والے علی صاحب نے راولپنڈی ایک ریسٹورنٹ خریدا ہے جس کے افتتاح کیلئے بابا جان قبلہ انصاری صاحبؒ کو مدعو کیا ہے اور توحیدیہ سلسلہ کے تمام بھائیوں کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے۔ یہ رات کا پروگرام تھا گردونواح کے تمام پیر بھائی شام تک پہنچ چکے تھے، حسب معمول مغرب کے بعد ذکر طعام اور عشاء کی نماز کے بعد قوالی کا پروگرام تھا۔ قوال حضرات وقت مقررہ پر پہنچ گئے اور پروگرام شروع ہوگیا۔ قبلہ انصاریؒ شمع محفل تھے، اس پروگرام کو بڑی پذیرائی ملی اور صبح کی اذان سے قبل اختتام پذیر ہوا۔ نماز کے بعد بھائیوں نے ناشتہ کیا اور اپنی اپنی منزلوں کو روانہ ہوگئے۔ راولپنڈی کے ایک مشہور نامی گرامی بھائی خواجہ ولی محمد جو بابا جی سے دل و جان سے بڑھ کر محبت کرتے تھے، بابا جی کے سیکریٹری مرزا بشیر صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ بابا جان! میری دکان پر تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے چلیں مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ بشیر صاحب ولی محمد صاحب کو لیکر بابا جان کے پاس پہنچے اور ولی محمد صاحب کی خواہش کا اظہار کیا، بابا جان نے اپنا انگوٹھا ہلا کر کہا: ''میں نہیں میری جوتی جائے گی''۔ خواجہ ولی محمد

مایوسی کے عالم میں واپس آ گئے لیکن ہمت نہ ہاری، نزدیک ہی ایک باٹا کی دکان سے جوتوں کا ایک جوڑا خریدا اور واپس آ گئے اس وقت بابا جان سو گئے تھے، موقع سے فائدہ اُٹھا کر نیا جوڑا رکھ کر بابا جی کے جوتے اُٹھائے، تھیلے میں رکھے اور دکان پر پہنچ گئے، اُدھر جب بابا جان نیند سے اُٹھے اپنے جوتے نہ پا کر مرزا بشیر صاحب کو بتایا کہ میرے جوتے غائب ہیں اور اِدھر کسی کے نئے جوتے پڑے ہوئے ہیں، بشیر صاحب نے کہا کہ شائد آپ کے جوتے ولی محمد لے گئے ہیں۔ بابا جان نے کہا کہ وہ سالا میرے جوتے کیوں لے کر گیا! بشیر صاحب نے کہا کہ حضور! آپ نے ہی تو کہا تھا "میں نہیں، میری جوتی جائے گی" وہ لے گیا ہوگا۔ بابا جی خوب ہنسے اور کہا وہ سالا بڑا چالاک نکلا۔ میں جب اِدھر پنڈی آیا تو ولی محمد صاحب نے وہ جوتے دکھائے اور سارا قصہ سنا دیا۔ میں نے لکھ کر مجلّہ میں دے دیا اور شائع بھی ہو گیا۔

ایک دن ہم دکان پر بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے زوردار آواز سے کہا : او ! جوتے چور و ! ہمیں حیرانی بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا لیکن میں نے جلد ہی اُس شخص کو پہچان لیا وہ تجمل حسین صاحب تھے۔ انہیں لا کر بٹھایا ولی محمد صاحب سے ملاقات کروائی، انہوں نے فوراً چائے کا آرڈر دے دیا انہوں نے روک دیا اور کہا کہ پہلے مجھے جوتے دکھاؤ جو تم نے بابا جی انصاری صاحب کے چرائے ہیں، جوتے لیکر چھاتی سے لگائے اور خوب روئے اور ہمیں بھی رلا دیا، اس کے بعد چائے پی اور چلے گئے۔ جوتے ابھی بھی خواجہ ولی محمد کے سیف میں موجود ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

گلہائے عقیدت

(پیر خان توحیدی)

توحیدیوں کی روحِ رواں جانِ آرزو   پائی تیری نظر سے غلاموں نے آبرو
برسوں کشاں کشاں لئے پھرتی تھی کو بہ کو   اک نازنینِ عرش معلیٰ کی جستجو

اب آ گیا ہوں دَر پہ لئے دِل میں آرزو
ہو جائے آج چاکِ گریباں میرا رَفو

اے زندہ دارِ محفلِ وحدت سلام ہو   مسکین و بے نوا سے کبھی ہم کلام ہو
دورِ طویل شامِ غریباں تمام ہو   ساقی مجھے بھی اب تو عطا ایک جام ہو

صہبائے معرفت سے بھرا ہے تیر سبو
محفل میں اک غریب کی رکھ لے تو آبرو

وہ غالب و حکیم تو عبدالحکیم ہے   نازاں تیرے دروس پہ عقلِ سلیم ہے
تعلیم کیا ہے تحفۂ خلقِ عظیم ہے   عشقِ خدا ہے حُبِ رسولِ کریم ہے

جب طالبانِ حق سے تو ہو محوِ گفتگو
ہوتا ہے ذکر عالمِ بالا میں سُو بہ سُو

تیرے غلام رہتے ہیں ہر وقت باوضو   جاری دِل و زباں پہ ہے اللہ تو ہی تو
صورت جو دیکھئے تو فرشتوں سے خوبرو   سیرت نیاز و خلق سے معمور نیک خُو

یہ طالب و مرید ہیں جن کا ہے پیر تو
تیرا پتہ نہ دے سکیں اہلِ مقام ہو

خواجہ میرا شفیق بڑا دل نواز ہے   دردِ شکست دِل کا وہی چارہ ساز ہے
میں کیا کروں ندم بے صدا ہے نہ ساز ہے   کوتاہ زندگی کی شبِ غم دراز ہے

لِلّٰہ اب نظر ہو اے منظورِ وحدہٗ
دَر پہ پڑا فقیر ہے کشکول در گلو

جس میکدہ میں جام نہ خالی کبھی رہے   پھر کیوں کسی کو شکوۂ تشنہ لبی رہے
دِل کی لگی بُجھی ہے تو یا ربّ لگی رہے   یہ دِل لگی نہیں ہے لگی ہے جلی رہے

اِس آگ میں بہارِ گلستانِ مشک و بو
جلتے ہیں اِس میں طالب و مطلوب دو بدو

اے قبلہ اُم نگاہِ کرم کا سوال ہے   ساکت تیرا غلام کیوں خستہ حال ہے
لِلّٰہ اب نظر ہو اے منظورِ وحدہٗ   ہو جائے آج چاکِ گریباں میرا رَفو

توحیدیوں کی روحِ رواں جانِ آرزو
پائی تیری نظر سے غلاموں نے آبرو

حقیقتِ دُعا

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو باحسن تقویم پیدا فرمایا۔اسے اشرف المخلوقات بنایا اور اس پر بے پایاں روحانی اور مادّی عنایات فرمائیں ۔اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ظاہری و باطنی صلاحیتوں کے سبب انسان کائنات کی تسخیر میں مگن رہا ہے ۔لیکن یہی انسان ہر ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی عنایات اور دستگیری کا اس حد تک محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم کے بغیر اس کی کوئی ہستی نہیں،اگر اس کائنات کی تسخیر کرنے والے اس انسان کو چند ساعتوں کیلئے ہوا سے یا پانی سے یا کسی ایسی ہی اور نعمت سے محروم کر دیا جائے تو اس کی ہستی ہی مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے ۔انسان کی زندگی تو بس سانس کی آمد و رفت پر موقوف ہے ۔اگر رحمٰن و رحیم کی نظر کرم ہر ہر آن اسے سہارا نہ دیئے رکھے تو اس کی زندگی ایک ہوائی قلعہ ہے ۔ایک پھونک ہے جسے کچھ پائیداری حاصل نہیں۔

جس طرح انسان مادی طور پر اللہ تعالیٰ کا اس طرح محتاج ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے پیدا نہ فرمائے تو وہ عدم سے وجود میں نہ آتا ۔اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ یہی انسان روحانی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے ۔حضور اکرم ﷺ کی دُعا تھی:

اے اللہ! میری اس طرح سے حفاظت فرما جیسے نومولود بچے کی حفاظت کی جاتی ہے۔

سب سے نمایاں حقیقت جو انسان کی زندگی سے (بلکہ کائنات کی ہر شے سے) واضح ہو جاتی ہے وہ اس کی محتاجی اور نیازمندی ہے۔تضرع،عجز و تذلل اور خشوع و خضوع کے

ساتھ اس محتاجی کے اظہار کا نام دُعا ہے۔صاحبِ تاج العروس دعا کی تشریح میں لکھتے ہیں:

(دعا کا مطلب ہے)اللہ تعالیٰ کے حضور جو کچھ خیر و بھلائی ہے اس کی طرف رغبت کرنا اور عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے بھیک مانگنا۔اسی پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔

''ادعو ربکم تضرعاوٗ خفیه۔''

دُعاءعبادت ہے: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے'' دُعا ہی عبادت ہے اور دعا عبادت کا مغز ہے''۔ ان احادیث کی تشریح ملا علی قاریؒ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: کہ عبادت بغیر دُعا کے برقرار نہیں رہ سکتی۔جس طرح کہ انسان بغیر مغز کے قائم نہیں رہ سکتا۔

تو معلوم ہوا جس طرح مغز انسان کے جسم کا اہم ترین حصہ ہے اسی طرح دعا بھی عبادت کا جزوِ عظیم ہے۔ الدعا هو العبادہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ عبادت کی اصل جان دُعا ہے۔امام رازیؒ تفسیر الکبیر میں فرماتے ہیں:

عقلاء کا سب سے بڑا گروہ اسی بات کا قائل ہے کہ مقامات عبودیت میں سب سے بڑا اور اہم مقام دعا کا ہے۔قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر جہاں مشرکین کے شرک کا بیان ہے۔وہاں ''یعبدون'' کے بجائے ''یدعون'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ بات طے ہوئی کہ عبادت کی اصل اور بنیاد دُعا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جن جن عبادات کو فرض قرار دیا ہے ان کا بیشتر حصہ دعاؤں پر مشتمل ہے۔ فرائض کے علاوہ واجبات اور نوافل میں بھی دعائیں ہی دعائیں ہیں۔حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر سانس ذکر و دعا سے معمور تھا۔

دُعا سب سے بڑا وسیلہ ہے: زندگی کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ہم اسباب و وسائل ڈھونڈتے ہیں۔ہم مختلف اشیاء کو ان کی صفات مخصوصہ کی وجہ سے زیرِ استعمال لاتے ہیں۔

سردی لگ رہی ہوتو آگ کا استعمال کرتے ہیں اور پیاس ہوتو پانی پیتے ہیں لیکن ہمارا ایمان ہے کہ آگ میں گرمی کی صفت اور پانی میں پیاس بجھانے کی صفت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو آگ اور پانی کو ان صفات سے محروم کردے۔ جب تک وہ چاہے گا' آگ میں گرمی اور پانی میں پیاس بجھانے کی صفت باقی نہ رہے گی ،تو معلوم ہوا کہ دراصل سردی آگ سے دور نہ ہوئی بلکہ آگ کو پیدا کرنے والے کی رحمت سے دور ہوئی ۔ پیاس پانی نے نہیں بجھائی بلکہ پانی کو پیدا کرنے والے نے بجھائی ۔ آگ اور پانی کے استعمال سے کوئی ممانعت نہیں' ممانعت آگ اور پانی پر بھروسہ کرنے سے ہے ۔ اسباب کی نفی نہیں بلکہ اسباب پر بھروسہ کرنے کی نفی مطلوب ہے۔ ہمارا ایمان اسباب پر نہیں بلکہ اسباب پیدا کرنے والے پر ہونا چاہیے۔ اس طرح جب ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ **لا متصرف في العالم الا الله** (کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تصریف واختیار رکھنے والا نہیں ۔) تو اسباب سے پہلے مسبب اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو کیوں نہ پکارا جائے ۔ رزق کی تلاش میں ہمارا پہلا قدم رزاقِ مطلق کے سامنے بھیک کے ہاتھ پھیلانا کیوں نہ ہو ۔ صحت تندرستی کی تلاش میں ڈاکٹروں کے ہاں جانے کی ممانعت نہیں ۔ لیکن اس سے پہلے شافی مطلق ڈاکٹروں کے خالق اور ادویات میں شفاء کی تاثیر ڈالنے والے کے ہاں کیوں نہ آہ وزاری کی جائے ۔

حکایت ہے کہ ایک بار محمود غزنوی کے سامنے اس کے غلام ایاز کی بہت حاسدانہ شکایتیں کی گئیں محمود غزنوی نے ایک چھوٹی سی نمائش لگائی اور اس میں طرح طرح کی قیمتی چیزیں رکھ دیں اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص جس پر ہاتھ رکھ دے گا' وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی۔ یہ سنتے ہی حاضرین اپنی اپنی پسند کی چیز کی طرف لپکے۔ مگر ایاز نے نعرہ لگایا کہ شاہ اپنے وعدے پر قائم رہنا اور یہ کہتے ہوئے اس نے محمود غزنوی کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایاز نے

چیزوں کی طرف توجہ نہ کی بلکہ چیزوں کے مالک کو اپنا بنالیا۔ دُعا مانگنے والے کا یہ روّیہ بالکل وہی ہوتا ہے جو ایاز کا تھا۔ وہ وسائل کی طرف نہیں بلکہ وسائل کو پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرتا ہے، وہ رزق کی طرف نہیں، رزاق کی طرف، مخلوق کی طرف نہیں، خالق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تمام وسائل واسباب رزق اور تمام مخلوق ازخود اس کی جھولی میں آن پڑتے ہیں۔

المختصر! زندگی کی ضرورتوں میں اسباب و سائل کو ضرور ڈھونڈیں لیکن ہمارا اصل وسیلہ نہیں، اصل ضرورت تو خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ آیئے! اس کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، بھیک مانگیں اور اس کریم سے پہلا سوال یہی کریں کہ وہ خود ہمیں مل جائے۔ آیئے! ہم اس ذات کریم سے اس کے ملنے کے ہی طلب گار رہوں۔ اس کی رضا حاصل ہوگئی تو پھر اور کچھ نہیں چاہیے۔ پھر ہم ان اسباب کے متلاشی نہیں رہیں گے۔ یہ اسباب خود ہمیں ڈھونڈتے پھریں گے:

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے گا
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

دُعا تعبدی امر ہے:

یہ اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی ہے کہ جس کام کو وہ اپنے بندوں کیلئے انتہائی مفید اور اہم خیال فرماتے ہیں اس کا حکم فرمادیتے ہیں۔ دُعا بھی انسان کے لیے ناگزیر ہے۔ اس لئے اس کی بار بار تاکید فرمائی گئی۔ قرآن مجید میں ہے: تمہارے پالنہار نے کہا ہے کہ تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کیا کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (المومن: ٦٠)

ایک اور جگہ فرمایا: آہستگی اور عاجزی کے ساتھ اپنے پروردگار سے دعا کرو۔ (الاعراف: ٥٥)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے جس کیلئے دعا کا دروازہ کھولا گیا (جسے دعا کی توفیق

دے دی گئی)اس کیلئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے ۔ (**ترمذی**)

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سے مانگا جائے (دُعا کی جائے) اور بہترین عبادت یہ ہے کہ کشادگی کا انتظار کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی امید رکھی جائے ۔(**ترمذی**)

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کیا' اللہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں ۔(**ترمذی**)

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات میں صرف ہوتا تھا۔ خلوت ہو یا جلوت' آپ ﷺ کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا رہتا اور آپ کی زبان سے ہر ہر سانس کے ساتھ تسبیح وحمد و دُعا کے نغمے بلند ہوتے رہتے ۔ اُٹھتے اور بیٹھتے ہوئے' سوتے اور جاگتے ہوئے' میدان جہاد میں صف بندی اور صف شکنی کرتے ہوئے' پیدل یا سوار، سفر کرتے ہوئے' گھروں میں قیام فرماتے ہوئے غرض یہ کہ ہر ہر آن آپ ﷺ کی زبان نغمہ ہائے ذکر و دعا کا آبشار تھی ۔ چنانچہ حدیث کی ہر کتاب میں ''باب الدعا'' موجود ہے اور اس میں ہر وقت' ہر حالت اور ہر ضرورت کیلئے رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی دعائیں منقول ہیں ۔ اس طرح قرآن مجید میں بھی بعض دعائیں ملتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قبول فرمایا بلکہ اس حد تک پسند فرمایا کہ انہیں قرآن مجید میں جگہ دی اور نمونہ کے طور پر آنے والے بندوں کو بتلادیا کہ دیکھو میرے حضور اس طرح سے دعائیں مانگی جاتی ہیں جب تک یہ دنیا قائم ہے اور قرآن مجید کی تلاوت باقی ہے' وہ دعائیں بھی لوگوں کی زبانوں پر جاری رہیں گی ۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی جس ادا پر پیار آجائے' وہ آنے والوں کیلئے بھی اسوہ بن جاتی ہیں اور قیامت تک زندہ رہتی ہیں ۔

موجودہ عالمی حالات میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں (از خطباتِ حرم)

(امام کعبہ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس ترجمہ :محمد عبدالہادی العمری)

''ہر قسم کی حمد اللہ کے لیے سزاوار ہے،ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں،اسی سے مدد طلب کرتے ہیں،اسی سے مغفرت چاہتے ہیں اور اسی کے دربار میں توبہ کرتے ہیں،یا اللہ! حمد سب کی سب تیرے ہی لیے ہےاور شکر کی تمام اقسام تیرے ہی لیے زیبا ہیں۔ہر بات بالآخر لوٹ کر تیری ہی طرف واپس ہونے والی ہے،چاہے وہ خفیہ بات ہو یا اعلانیہ،اے اللہ! ہم تیری تعریف کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے ،اس کے بعد بھی تیری تعریف جاری رکھیں گے،تیری رضا حاصل کرنے کے بعد بھی تیری ہی حمد بیان کرتے رہیں گے، ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں گمراہیوں کی ضلالت سے۔میں شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے محبوب ہمارے رہنما حضرت محمدﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں ۔آپﷺ کی ذات گرامی نیک خصلتوں اور عمدہ عادات کا مجموعہ ہے۔اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو آپﷺ پر، آپﷺ کی آل پر اور اصحاب پر اور قیامت تک آنے والے ان سب لوگوں پر جو سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلیں۔''

حمدو صلاۃ کے بعد:

لوگو!ہم میں سے ہر شخص کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیے،یہی ہم سب کیلئے ہدایت ربانی ہے،اسی میں ہماری کامیابی ہے،یہی ہم سب کیلئے دنیا کا سرمایہ اور قبر کی تنہائی،تاریکی اور سفرِ آخرت کے وحشت ناک راستوں کیلئے زادِراہ ہے،یہی تقویٰ ہر جگہ کام آئے گا۔

برادرانِ اسلام! جب بھی ہم کسی مصیبت میں ہوں یا ہماری کشتی طوفانوں کے گرداب میں ہچکولے کھا رہی ہو تو ہمیں ایسے ناخدا کی ضرورت ہوتی ہے جو ہماری ڈولتی ڈوبتی کشتی پار لگا سکے، جب ہمیں مختلف چیلنجز اور پریشانیوں کا سامنا ہو تو ایسے علمائے ربانی کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں درپیش نزاکتوں سے عہدہ برآ ہونے میں مدد دیں۔ حق و باطل اور خیر و شر کے مابین معرکہ آرائی ہماری زندگی کا ایک حصہ ہے، انسانی تاریخ اس طرح کی معرکہ آرائیوں سے بھری پڑی ہے لیکن یہ بات حتمی ہے کہ فتح اور کامیابی ہمیشہ حق کو نصیب ہوتی ہے، جیت ہمیشہ سچائی کی ہوتی ہے، یہ وعدۂ الٰہی ہے:

''جھاگ بے مصرف ہو کر اُڑ جاتا ہے اور جو لوگوں کیلئے نفع بخش چیز ہے وہ زمین پر باقی رہتی ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ اُمت میں ایسے غیور رجالِ خیر کو پیدا فرماتا رہتا ہے جو آندھیوں میں چراغ جلاتے ہیں اور سخت طوفانوں میں مردانہ وار آگے بڑھتے ہیں، آندھی اور طوفان ان کے پائے استقلال میں جنبش بھی نہیں پیدا کر سکتے۔ یہ لوگ دین اسلام کے امین ہیں جو دینی ذمہ داریوں سے کسی دور میں غافل نہیں ہوتے کیونکہ یہ وعدۂ ربانی ہے:

''اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ دین کی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، چاہے کافر ناخوش ہوں۔'' جب دنیا جاہلیت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، شرک اور بت پرستی کا دَور دورہ تھا، اللہ عزوجل نے اپنے خاص فضل سے رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کو تمام اُمت کیلئے اپنا نبی بنا کر بھیجا، پھر آپ ﷺ کے بعد آپ کے جان نثار صحابۂ کرام دین کا جھنڈا اپنے ہاتھوں میں تھامے آگے بڑھتے رہے، اسلام کا قافلہ آگے ہی بڑھتا گیا، ہر چند صدیوں پر محیط اس عرصے میں مدوجزر اور اتار چڑھاؤ بھی آتے رہے لیکن سفینۂ حق کو آگے بڑھانے والے اپنا فریضہ ادا

کرتے رہے ،لگتا ہے کہ اب ایک مرتبہ پھر کشتی طوفان میں ہے ،مغرب پرستی اور مادّیت طوفان اس تیزی سے آرہا ہے کہ ہمارے اپنے ہی کلمہ گو بھائی اس کی زدّ میں آگئے اور بہت سے تعلیم یافتہ اہلِ قلم اور میڈیا سے وابستہ افراد فکری بے بسی اور اخلاقی درماندگی کا شکار ہو گئے ۔اب قلم و بیان کے زور پر وہ اوروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔حالانکہ اسلامی تہذیب کے مقابلے میں ان کی ترقی کی حیثیت صرف جھاگ کی طرح سطحی اور بے قیمت ہے جیسے مغز کے بغیر صرف چھلکے! لیکن اسلام اور مادّیت کی اس کشمکش میں اب لوگ خصوصاً حق پسند افراد یہ گواہی دینے لگے ہیں کہ مادی خوشحالی کے دعوے کھوکھلے تھے ،خوشحالی کی باتیں بے وزن تھیں ،اس ہزیمت کے بعد اب ہمیں ایک ایسے اصول اور ٹھوس سچائی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے جو لوگوں کے مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑے اور اعلیٰ اخلاق و مروت کی تعلیم دے ۔الحمد اللہ ! زندگی بسر کرنے کے مہذب آداب اور اصول صرف دین اسلام ہی نے پیش کیے ہیں اور اب پھر سے عالمی پیانے پر اسلام کی تعلیمات کی بازگشت سنائی دینے لگی ہے۔چاروں طرف سے اسلام میں لوگوں کی گہری دلچپسی کی خبریں آرہی ہیں ، آئے دن اسلامی مراکز کی تعمیر اور تعلیمی اداروں کی کثرت اس بات کی بہترین دلیل ہے ۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ ادارے اسلامی افکار و نظریات اور دیگر تہذیبوں کے درمیان مفاہمت کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔انشاءاللہ! جہاں یہ مثبت تبدیلیاں آرہی ہیں وہیں ہمیں چوکنا رہنے کی بھی اشد ضرورت ہے کیونکہ اس برباد شدہ تہذیب کے دلدادہ آج بھی اپنی عقلوں پر پردے ڈالے چمگادڑوں کی طرح اس زوال یافتہ تہذیب کو سنبھالا دینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے پر کشش بیانات کے ذریعے اسے مزین کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں ، اس صورتحال میں حق پرستوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور ان گمراہ کن پردوں کو

چاک کریں تا کہ دنیا حقائق کا نظارہ کر سکے اور پُرفریب دعووں کی حقیقت جان سکے۔

''اللہ کا اٹل فیصلہ ہے وہ کافروں کے علی الرغم اپنے نور کو غالب کر کے رہے گا۔''

محترم بھائیو! ہماری ترقی اور خوشحالی کا دور ہمارے اپنے ہی کرتوت کے باعث زوال کا شکار ہوا، جب اسلام کی عملی تطبیق سے ہم نے پہلوتہی کی تو ہم میں فرقہ واریت، اختلافات اور فکری انحطاط شروع ہوا، پھر ہماری وحدت پارہ پارہ ہوگئی، عزت ذلت میں اور ترقی پستی میں تبدیل ہوگئی دشمنانِ اسلام کو موقع مل گیا، انھوں نے ہمارے خلاف چڑھائی کی، مسلم علاقے ان کے قبضے میں چلے گئے، پھر انھوں نے ہمارے اثاثے اور ہمارے قدرتی وسائل، مال غنیمت سمجھ کر لوٹے اور ہماری خوشحالی کو پامال کیا۔ وہ ان ممالک پر یوں ٹوٹ پڑے جیسے بھوکے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں، انھوں نے مختلف ذرائع سے حملے شروع کیے جن میں صلیبیوں کے حملے اور تاتاری حملے نمایاں تھے۔ اسلامی تہذیب کے نقوش مٹتے گئے۔ اندلس میں آٹھ صدیوں کی ترقی کے بعد زوال شروع ہوا، پھر استعماری طاقتیں مختلف علاقوں پر حملے کرنے لگیں، اسلام کی جگہ قومی، نسلی، علاقائی اور گروہی نعرے لگائے گئے اور جذبات بھڑکائے گئے، امت مسلمہ کی اکائی کو جغرافیائی حدود کی ٹکڑیوں میں بانٹ دیا گیا، پھر ان میں ایک دوسرے کے خلاف اختلافات اُبھارے گئے اور دشمنیوں کو ہوا دی گئی، جو ایک دین کے پیروکار تھے وہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ اسلام پر جو حملے کیے گئے، ان میں ایک نیا حملہ گلوبل ولیج (عالمی قریہ) کے نام سے شروع کیا گیا کہ یہ دنیا ایک گاؤں کے مانند ہے، گویا یہ ایک ایسا جنگل ہے جس میں خونخوار بھیڑیوں کی کثرت ہے جو کسی پر بھی حملہ آور ہو کر اپنے پنجے گاڑ سکتے ہیں، اس نام کے خوبصورت لیبل کے پیچھے جو مکروہ عزائم ہیں وہ امت مسلمہ کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔ طاقتور سامراج کمزور لوگوں کے عقائد، نظریات اور تہذیب کو مٹا کر اپنے عقائد، نظریات اور

تہذیب کو ٹھونسنا چاہتا ہے، یہ وہ تہذیب ہے جس کے کڑوے کسیلے پھلوں کی زہرناکی سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ اس عالمی اتحاد کے علمبرداروں کے ہاں دوپیمانے ہیں، دنیا سے عصبیت اور طرفداری ختم کرنے کے دعویدار خود بدترین قسم کے تعصب اور طرفداری کا شکار ہیں یہ انصاف کی حقیقی روح کے منکر ہیں، خصوصاً جب بھی ان کی معیشت کو کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق ہو گا وہ اپنے مفادات کیلئے کچھ بھی کر گزریں گے ورنہ مسلمانوں سے بڑھ کر عالمی اتحاد کا علمبردار بھلا کون ہو سکتا ہے جنھوں نے پورے کرۂ ارض کو عدل وانصاف اور سلامتی کا گہوارہ بنادیا تھا:

"اے نبی ﷺ! ہم نے تو آپ کو تمام اہلِ عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس عالمی اتحاد کے علمبردار اسلام کو اپنے لیے سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں؟ ان کی ہر دم یہی کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کا چہرہ داغدار کر کے پیش کریں اور حقائق سے آنکھ مچولی کھیلیں۔ شاید اس سلسلے میں انتہائی خطرناک نتائج والا جو کھیل کھیلا جا رہا ہے وہ مادر پدر آزاد میڈیا کی طاقت ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پوری قوت سے جھونک دی گئی ہے۔ اس کے ذریعے مسلمانوں کے افکار اور نظریات کو غلط رنگ دے کر پیش کیا جا رہا ہے۔ کیا مسلمان ہوش کے ناخن لینے اور خواب غفلت سے بیدار ہونے کیلئے تیار ہیں؟ انھیں خبردار رہنا چاہیے کہ ان کے خلاف کیا کیا منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ آج کل بہت سی اصطلاحات ایسی رائج ہیں جن کا گہرائی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ اگر ان میں کوئی مثبت اور مفید پہلو ہو جو ہماری شریعت اور اسلامی مصلحتوں سے نہ ٹکراتا ہو تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے ورنہ ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ یہ فریب اصطلاحات، کھوکھلے نعرے اور جھوٹے دعوے دُور کا ڈھول ہیں، مسلمانوں کو ان کے ڈھکوسلے میں نہیں آنا چاہیے، انھیں

یہ حقیقت بھی جان لینی چاہیے کہ وہ عصر حاضر کے ان چیلنجز کا مقابلہ اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک وہ اپنی صفوں میں اتحاد قائم نہ کرلیں اور اپنی کوششوں کو منظم و مرتب نہ کرلیں۔ جب تک وہ آپس میں باہمی تعاون کی صحیح منصوبہ بندی نہ کریں گے اس وقت تک کسی چیلنج سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔ ہم عالمی اتحاد کے علمبرداروں پر دوٹوک الفاظ میں یہ واضح کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اُمت مسلمہ اپنے عقائد ونظریات اور اپنی تہذیب وثقافت کا کبھی سودا نہیں کر سکتی۔ ہم تہذیب جدید کی چمک اور بھڑک کے آگے اپنے اخلاق وکردار کو کبھی زیر نہ ہونے دینگے، ان شاء اللہ! چاہے اہلِ باطل کتنا ہی زور لگالیں۔ یہاں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری صفوں میں کچھ ایسے شکست خوردہ لوگ بھی ہیں جو مغربی تہذیب کی چمک دمک سے مرغوب ہیں۔ وہ اپنی بے بصری کے باعث یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال اور ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہنے کی وجہ ان کی دین پسندی اور دین سے وابستگی ہے، اللہ ہی انہیں سمجھ عطافرمائے ، گویا دینِ اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، سبحان اللہ! ہمارے ہی بھائی بندوں کی کمزور ذہنیت اور عدم بصیرت نے ہمیں کہاں سے کہاں لاکھڑا کیا، فلسطین پر دوسروں کا قبضہ ہو چکا، مقدساتِ اسلامیہ کسی اور کے تسلط میں ہیں، شریعت اسلامیہ کی تنفیذ بیشتر ممالک میں روک دی گئی ہے بلکہ اللہ کی شریعت کے مقابلے میں خودساختہ قوانین کو اہمیت دی گئی ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے ہی لوگوں کے ہاتھوں کرایا گیا ہے جن کی تربیت دشمنانِ اسلام کی گود میں ہوئی، جن کے فکرونظر کو شروع ہی سے مسموم کیا گیا اور میڈیا نے اس جلتی پر تیل چھڑکتے ہوئے ایسے پروگرام پیش کیے جن کی دین سے بیزاری میں اضافہ ہوا، غیر اسلامی افکار اور دین کی نفی کرنے والی عادات کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا گیا، گمراہ کن نعرے اتنی چالاکی سے لگائے گئے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ ہمارے زوال کا سبب ہمارا دین ہی ہے کیونکہ دین ترقی کی راہ

میں رکاوٹ ہے۔کیا ہم اب بھی بیدار نہیں ہوں گے؟ کیا ہم اب بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کیلئے آگے نہیں بڑھیں گے؟ آیئے! ہم سب مل کر محاسنِ اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور تمام انسانوں کو اپنے عمل سے دینِ حنیف کا خوبصورت منظر دکھلائیں، یہ ہم سب کی مشترک ذمہ داری ہے کیونکہ ہم نے دعوت دین کی وہ ذمہ داری قبول کی ہے جس سے زمین وآسمان اور پہاڑ بھی اپنی بے بسی اور عاجزی کا اظہار کر رہے تھے، دین کی دعوت علم، بصیرت اور اصلاحی جذبے کے ساتھ ہونی چاہیے۔وابستگانِ دین کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر یہ غیر متزلزل یقین پیدا کریں کہ دین ہر طرف پھیل کر رہے گا، اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو غلط پروپیگنڈے کے بل بوتے پر دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔آیئے! ہم سب انسانوں کو بتائیں کہ دنیا میں پائی جانے والی بے چینی اور افراتفری کا حل صرف اور صرف دین اسلام عطا کرتا ہے۔ہمارا دین خالص عقیدۂ توحید اور کتاب وسنت کی تعلیمات کا مرقع ہے۔قرآن وسنت کو سلف صالحین کے طریقے کے مطابق سمجھنا چاہیے۔دنیا کی اس بدلتی صورتحال کا جائزہ لینے والے حسرت کے ساتھ یہ گواہی دینے پر مجبور ہوں گے دعوت دین کے تقاضوں سے ہم نے سخت کوتاہی برتی ہے، ہم نے اسے مؤثر اسلوب میں پیش کرنے کے لیے ٹیکنالوجی اور جدید وسائل ٹی وی، انٹرنیٹ اور میڈیا کا صحیح استعمال نہیں کیا، ایک طرف دنیا میں اسلام کی بازگشت سنائی دے رہی ہے، مواقع اور امکانات کے نئے دریچے کھل رہے ہیں لیکن ان سے فائدہ اٹھانے والے دور دور تک دکھائی نہیں دیتے۔ہم میں کتنے لوگ ہیں جو اسلام کو اس کی صحیح صورت میں پیش کرنے کا جذبۂ صادق رکھتے ہیں؟ ہمیں فوری طور پر فکر کرنی چاہیے کہ ہم اپنے وقت اور صلاحیتوں کا کتنا حصہ دین کیلئے دے سکتے ہیں؟ ہماری پریشانی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ جب دین سے وابستہ افراد خود ہی پہلو تہی سے کام لیں تو پھر اللہ کی مدد کہاں سے

آئے گی؟ کیا اللہ عزوجل اور اسلام کا ہم پر اتنا بھی حق نہیں کہ ہمارے نوجوان اور بزرگ اس کے دفاع کیلئے کمربستہ ہو جائیں؟ برادرانِ اسلام! لوگوں نے مختلف افکار اور تہذیبوں کو اپنا کر دیکھ لیا، مختلف نعروں کی چھاؤں میں وقت گزار کر اندازہ لگا لیا کہ یہ تہذیب نو کی چمک دمک ظاہری اور کھوکھلی ہے کیونکہ اس کی بنیاد دین سے بیزاری اور اخلاقی قدروں کی پامالی پر رکھی گئی ہے، لہٰذا اس کی کوکھ سے جنم لینے والی تہذیب اپنے دن گن رہی ہے، وہ دیوالیہ پن کا شکار ہو چکی ہے، چاہے وقتی طور پر اس کے دامن میں کچھ مادّی ترقی کی جھلک بھی موجود ہے مگر انجام کار کیا ہوگا؟ وہی جو کلام الٰہی میں بتا دیا گیا ہے:

"یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے، وہ دنیوی زندگی کی ظاہری چیزوں سے باخبر ہیں لیکن آخرت سے وہ غافل ہیں۔"

اس ترقی کے مقابلے میں لوگوں نے روحانی فطری اور عقل وشعور کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر آگے بڑھنے کی کوشش کی، انھیں شخصی آزادی کی آڑ میں شہوت پسند اور خود غرض بنا دیا گیا، انسان ایک مشین کی طرح دنیا کمانے کے پیچھے لگ گیا، وہ اخلاقی اور روحانی قدروں کے بغیر چکی کی طرح مادیت کے اردگرد گھوم رہا ہے جس سے دنیا کا توازن متاثر ہوا، نوبت اب یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ خود ان کے اپنے دانشور چیخ رہے ہیں کہ انسان اس مادّی دوڑ میں اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ اس کی ہلاکت اور تباہی یقینی ہے۔ ایک شاعر کے بقول:

ترجمہ: "حقیقی برتری تو اس بات میں ہے کہ دشمن بھی آپ کی خوبیوں کی گواہی دے۔"

اللہ عزوجل نے ہمیں دین اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا، بت پرستی کے لشکر کو پسپا کر دیا، جاہلیت کے نعروں کو کھوکھلا کر دیا، وقت کی بڑی طاقتوں کے سر جھکا دیے، قیصر وکسریٰ، تاتاری

اور صلیبیوں کا منہ پھیر دیا، اللہ کی عظمت کا نعرہ بلند ہوا، رسول اللہ ﷺ کو غلبہ نصیب ہوا عمرؓ، سعدؓ، خالدؓ، طارقؒ اور صلاح الدینؒ کی شکل میں دین اسلام کا علم بلند کرنے والے مجاہد ملے، ہر طرف" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " کا زمزمہ گونجنے لگا اور اُمت مسلمہ کی طاقت کا ہر طرف غلغلہ ہوا۔اب انشاءاللہ پھر سے یہ دین غالب آئے گا، یہ اُمت کامران ہوگی کیونکہ یہ دین فطرت ہے:

"اللہ تعالٰی کی بنائی ہوئی چیز کو بدلا نہیں جا سکتا۔"لیکن اس سے مسلمانوں کو قطعاً غلط فہمی یا لاپروائی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ انھیں اپنی اصلاح کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی کمزوریوں کا صحیح علاج کرنا چاہیے۔دشمن کیلئے کوئی راستہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔دین کے بنیادی مصادر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو پوری مضبوطی سے تھام لینا چاہیے۔اس کے مقابلے میں مختلف مذاہب، مما لک اور مشارب جو قرآن وسنت کی تعلیمات سے ٹکراتے ہوں ان سے فوری طور پر اپنی علیحدگی اور دستبرداری کا اعلان کر دینا چاہیے، اپنی اور اپنی نسل کی شرعی علم کی روشنی میں صحیح تربیت کرنی چاہیے۔یقیناً ہر مسلمان پر اُمید ہے کہ دین اسلام کا مستقبل روشن ہے کیونکہ یہ وعدۂ ربانی ہے جو پورا ہو کر رہے گا:

"ہم پر ضروری ہے کہ مومنوں کی مدد کریں۔"رسول اکرم ﷺ نے بشارت دی ہے:

"یہ دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک شام اور سحر کے الٹ پھیر کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالٰی روئے زمین پر کوئی کچی جھونپڑی یا پختہ مکان ایسا نہیں چھوڑے گا جس میں دین داخل نہ ہو، عزت دار کی عزت کے ساتھ اور ذلیل کی ذلت کے ساتھ، ایسی عزت جو اللہ کی طرف سے اسلام کی وجہ سے دی جائے گی اور ایسی ذلت جو کفر کی وجہ سے مسلط کر دی جائے گی۔"

یہ باتیں خیال وخواب کی نہیں بلکہ یہ وعدۂ حق ہے جس کی بنیاد سچی خبر پر ہے لیکن اس کا قطعاً

یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اس پر تکیہ کر کے بیٹھے رہیں بلکہ انھیں خود سچا اور کھرا مسلمان بننے اور دوسروں کو بھی سچا اور کھرا مسلمان بنانے کیلئے دعوت وتبلیغ کی زبردست محنت کرنی ہوگی۔ مسلم حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی دینی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور شریعت الٰہیہ کو عملاً نافذ کریں اور تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس وقت جبکہ لوگ حق کے پیاسے اور سچائی کے متلاشی ہیں، مادی ریل پیل اور چکاچوند سے اُکتا چکے ہیں، خصوصاً مغربی ممالک کے معاشرے اپنی ہی بھڑکیلی تہذیب سے عاجز آ چکے ہیں، ایسی حالت میں پورا موقع ہے کہ ہم اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ داعیانِ دین، صلحائے امت اور دانشورانِ ملت کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھیں اور دعوتی ذمہ داریوں کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق پورا کریں، خصوصاً اس وقت بلادالحرمین میں اس کا اہتمام ہو تو عالمی سطح پر بہترین اثر دیکھنے میں آئے گا، دنیا بھر کے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوگی کہ کچھ لوگ ہیں جو ان کے مسائل پر غور کرتے اور معاملات پر توجہ دیتے ہیں، اسی طرح ان تمام شرپسندوں کو لگام دینے کی ضرورت ہے جو گندے پانی میں شکار کھیل رہے ہیں، اپنے گمراہ کن خیالات کا پرچار کر رہے ہیں اور باطل تصورات پھیلانا چاہتے ہیں۔ میں اس نکتے کو پوری اہمیت کے ساتھ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دعوت وتبلیغ کا اسلوب تغیر پذیر ہے، آج کے بدلتے حالات میں ہمیں جدید ترین مؤثر وسائل ٹی وی چینلز وغیرہ کی سخت ضرورت ہے جو اسلامی محاسن مناسب اسلوب میں مختلف زبانوں میں نشر کر سکتے ہوں کیونکہ ذرائع ابلاغ ونشریات کا دنیا میں نمایاں اثر ہے، لوگوں کے افکار ونظریات پر اثر انداز ہونے کا یہ مؤثر ہتھیار ہے، لہٰذا جو ان شعبوں میں مہارت رکھتے ہیں وہ اور خصوصاً دولت مند افراد اور ذمہ داران کو چاہیے کہ اس اہم ضرورت کی تکمیل کیلئے بھرپور کوشش کریں اور الحمدللہ! فرزندانِ ملت کے ہاں امکانات اور صلاحیتوں کی کمی نہیں، صرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

کیا یہ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے؟ کیا اس کمی کی تلافی کے لیے کوشش کریں گے تاکہ اسلام کا سچا پیغام لوگوں تک پہنچ سکے؟ کیونکہ ذرائع ابلاغ ونشریات نے ابھی تک اسلام کے روشن چہرے کو بڑے بدنما انداز میں پیش کیا ہے،اس کی پاکیزہ تعلیمات کو مسخ کر کے دکھایا ہے،اس کی اخلاقی قدروں کو پامال کیا ہے اور یہ نہایت تلخ حقیقت ہے کہ یہ برائیاں ہمارے ہی بھائیوں کی نگرانی میں پھیلائی جارہی ہیں جو ہمارے ہی علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ہماری زبان بولنے والے ہیں ہائے افسوس! ہماری دینی حمیت ،عربی غیرت اور اسلامی محبت کہاں چلی گئی؟ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کے بعد گمراہی سے محفوظ رکھے۔اندلسی شاعر نے ایسی صورتحال کی کیا خوب عکاسی کی ہے:

ترجمہ: ''مختلف حادثات کے بعد ان سے نجات اور تسلی کے امکانات ہیں لیکن اسلام پر ٹوٹ پڑنے والی مصیبتوں سے نجات کا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ ہر چند ہم میں بڑے باہمت اور مضبوط ارادوں کے لوگ موجود ہیں لیکن کیا خیر کیلئے بھی کوئی مددگار اور معاون ہے؟''

ان واقعات کو دیکھ کر دل پگھل جاتا ہے۔کاش کہ دل میں نور اسلام اور حرارت ایمان بھی ہوتی ۔فرمان الٰہی ہے:

''جولوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے ،بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکار بندوں کے ساتھ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کوشش کرنے والوں کی لغزشوں کو معاف فرمائے ، غیرت مندوں کی محنتوں میں برکت عطا فرمائے تاکہ دین ،اُمت اور وطن کی خدمت ہو سکے،اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرمائے اور ہم سب کی مغفرت فرمائے ۔

''ہر قسم کی حمد اللہ کیلئے سزاوار ہے جس نے ہمیں بہترین امت کا لقب عطا فرمایا اور

دولتِ ایمان سے سرفراز فرمایا، میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اسلام جیسا دین دیا اور ہمیں سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی اُمت میں شامل فرمایا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی حقیقی انعام سے نوازنے والا ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ بدرِ کامل اور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ نے اس دین پر سب سے زیادہ عمل کیا، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ کے بابرکت گھرانے پر اور آپ کے صحابۂ کرام اور ان تمام لوگوں پر جو آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں،''

لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ بہترین کتاب، اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ حضرت محمد ﷺ کا راستہ ہے اور سب سے بری بات دین میں نئی بات شروع کرنا ہے، ہر نئی بات بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

عزیز بھائیو! اسلام ایک بڑی نعمت ہے جو ہمیں عطا کی گئی ہے۔ اس سچے دین کی طرف رہنمائی کر کے اللہ عزوجل نے ہم پر احسان عظیم کیا ہے۔ یہ ایسی نعمت ہے کہ ہمیں اپنے علم وعمل کے ذریعے اور ظاہری اور باطنی طور پر ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ یہ دین سرتاپا عدل، انصاف، سلامتی، رحمت، محبت اور اخوت کی دعوت دیتا ہے۔ آج ساری دنیا سچائی کی تلاش میں سرگرداں ہے، اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ میدانِ دعوت وتبلیغ میں کمربستہ ہو جائیں، اس میدان میں کام کرنے والے آپس میں منصوبہ بندی کریں، باہمی اختلافات اور انتشار سے پرہیز کریں کیونکہ باہمی اختلافات کا فائدہ صرف دشمنانِ اسلام کو پہنچے گا۔ اس وقت دعوت وتبلیغ کے میدان میں محنت کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ زمین نہایت زرخیز ہے، اس میں بیج بونے کی ضرورت ہے تاکہ اسلام کی کھیتی پھر سے لہلہانے لگے

،اس کیلئے باہمی مشورے صحیح منصوبہ بندی اور گہری پلاننگ کرنی ہوگی،آج ایسے داعیانِ دین کی سخت ضرورت ہے جو عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھتے ہوں تاکہ دنیا کے سامنے ہم اپنے موقف کی سچائی ،مقاصد کی پاکیزگی اور بلند اہداف اُجاگر کرسکیں کیونکہ اسلام کی صورت کو بعض لادین اور منحرف طاقتوں نے بگاڑنے کی کوشش کی،دنیا کے سامنے اس کی ایسی بھونڈی تصویر پیش کی گویا یہ خونخوار لوگوں کا دین ہے، حالانکہ حق تو یہ ہے کہ یہ دین افراط وتفریط سے پاک ایک انتہائی متوازن ،معتدل ،سادہ اور فطری دین ہے۔ہم تحدیثِ نعمت کے طور پر ان اہلِ خیر کی مساعی جمیلہ کی طرف اشارہ کرنا چاہیں گے، جو دعوت واصلاح کے لیے اپنی دولت کا صحیح استعمال کررہے ہیں،وہ یقیناً اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر پائیں گے،نیز اس اہم میدان میں کی جانے والی داعیانہ سرگرمیوں کی جو پشت پناہی اور مدد اس ملک بلادالحرمین الشریفین کی طرف سے کی جارہی ہے،اسے کوئی انصاف پسند نظر انداز نہیں کرسکتا کیونکہ ان کوششوں کا دائرہ صرف مقامی طور پر محدود نہیں بلکہ دنیا بھر میں اس کے بہترین آثار ونتائج دیکھے جاسکتے ہیں ۔ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری بنیادی ذمہ داریوں میں شامل اور ہمارے اہداف کا حصہ ہے کہ اسلامی مراکز اور دینی اداروں کی تعمیر کی جائے تاکہ یہاں سے خیر کے چشمے پھوٹیں ۔اللہ تعالیٰ ان کوششوں میں اخلاص عطافرمائے،اس کا اجرعظیم دے اور مزید خیر وبھلائی کے کاموں کی توفیق سے نوازے۔

درود وسلام پڑھیے نبی کریم ﷺ پر! یہ بہترین نیکی اور افضل عمل ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب عزیز میں حکم دیا ہے۔

کشف وکرامت کی حقیقت انصاریؒ کی نظر میں

(خالد محمود بخاری)

کشف سے مراد پردے کا اُٹھ جانا، حجابات ہٹ جانا ہے، اسی کو مکاشفہ بھی کہتے ہیں۔ کثرت ذکرو ریاضت ومجاہدہ، صفائے باطن، تقویٰ کی برکت سے اور نفی کامل کا ملکہ حاصل ہونے سے ماضی یا مستقبل کے احوال کا مشاہدہ کرنے کو کشف کہتے ہیں۔ کشف کا ادراک ماضی سے حال اور مستقبل تک ہرجگہ اور زمانے پر ہوتا ہے، ایک واقعہ جو ماضی میں ہوا اور اوجھل ہوگیا اب اس کی حقیقت آنکھوں کے سامنے نہیں رہی، اب اگر کوئی اسے دیکھتا ہے تو اُسے کشف کہتے ہیں۔ اسی طرح جو کچھ مستقبل میں ہونے والا ہے، جب اس کے ظہور کا وقت آئے تو اُس زمانے کے لوگ کھلی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں لیکن اُس سے قبل دیکھ لینا بھی کشف ہے۔

سالک جیسے جیسے نفس کی کدورتوں، رزائل اور کثافتوں سے پاک ہوتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے قلب کا تصفیہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ صفائے قلب کے بعد اللہ تعالیٰ جب بندے کے دل سے پردے اُٹھاتا ہے تو اُسے شرح صدر نصیب ہوتا ہے اور نورِ الٰہی سے ہر شئے روشن ہوجاتی ہے اور دِل کا آئینہ گناہوں کی گردوغبار سے اُجلا ہوکر حق کی تجلیوں کا مرکز بن جاتا ہے۔

روحانیت میں کشف ایک ایسی صلاحیت ہے، جس کی بدولت سالک آسمانوں اور زمین کسی بھی جگہ سیر کرسکتا ہے، کشف کے ذریعے، کشف کرنے والا جنوں، فرشتوں،

پیغمبروں اور فوت شدہ لوگوں کی ارواح سے ملاقات کرسکتا ہے۔صاحبِ کشف پر اثر یہ ہوتا ہے کہ عبادات میں خشوع وخضوع اور خلوص پیدا ہوجاتا ہے وہ فرائض کے علاوہ نوافل میں زیادہ محنت کرتا ہے، مزید عاجزی، نیکی کرنے کو دل کرتا ہے اور گناہ کڑوا لگتا ہے۔ حقائق اُخروی نظر کے سامنے ہوتے ہیں نیکی میں محنت کا شوق پیدا ہوتا ہے عظمت خداوندی دِل میں بیٹھ جاتی ہے۔

صاحب کشف ولایت، صاحب مرتبہ اور صاحب صفائے قلب کے درجہ کی بلندی پر منحصر ہے۔کشف اُن حقائق کا ہوتا ہے جن تک حواس خمسہ کی رسائی نہیں ہے۔راہِ سلوک میں کشف مطلوب نہیں بلکہ محمود ہے کشف وکرامت کا اختیار سالک کو حاصل نہیں بلکہ اللہ کے فضل سے یہ نعمت ملتی ہے۔

کرامت اُن خارقِ عادت افعال کو کہتے ہیں جو مومنین، صالحین اور اولیاءکرام کے ہاتھوں سے صادر ہوتے ہیں۔ان کا مقصد اولیاءاللہ کے ایمان کو تقویت بخشنا، انہیں ثابت قدم رکھنا، ان کی دین کے معاملہ میں تائیدونصرت کرنا ہوتا ہے، کرامت ایک روحانی قوت ہے جو عطائے الٰہی ہے۔جسے ولی اپنی کوشش سے حاصل نہیں کرسکتا۔عارف باللہ کرامت کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ اسے راہِ فقر میں حیض ونفاس کا درجہ دیتا ہے۔روحانی اور باطنی کرامت یہ ہے کہ کسی کے قلب کو بدل دینا، ذکراللہ سے قلب کو جاری کردینا، ایک ہی نگاہ سے واصل باللہ کردینا کرامت کا حصول استقامت دین اور اتباع نبی سے ہوتا ہے۔کرامات اور معجزات قرآن سے ثابت ہیں، ان کا انکار کفر ہے۔خرقِ عادت کسی عمل کا انبیاءکرام سے ظہور ہونا ''معجزہ'' کہلاتا ہے۔

استدراج: یہ وہ خلافِ عادت افعال ہوتے ہیں جو کسی کافر، مشرک، فاسق اور ساحر کے ہاتھ سے صادر ہوں۔

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اپنی تصنیف **تعمیر ملت** میں تحریر فرماتے ہیں راہِ سلوک میں سالک کو دیگر روحانی صلاحیتوں کے علاوہ اس میں کشف و کرامات کی طاقت آجاتی ہے۔ اس دور میں اگرچہ کشف و کرامات بہت ہی معمولی قسم کی ہوتی ہیں۔ لیکن مبتدی ان کو بھی بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور بڑی بزرگی سمجھتے ہیں۔ یہ اگرچہ بڑی مبارک نعمت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو یہ چیز بھی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ اکثر سالکوں کو اس سے غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ غرور نادانستہ طور پر اس طرح دل میں سما جاتا ہے کہ محسوس بھی نہیں ہوتا اور رفتہ رفتہ سالک کی ترقی بند ہو جاتی ہے۔ آجکل اسی کو اعلیٰ درجے کی بزرگی سمجھا جاتا ہے اور اس سے آگے بڑھنے کا خیال تک نہیں آتا۔ اس دور میں کشف یہ ہوتا ہے کہ ماضی یا مستقبل کی کچھ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں لیکن یہ بات تو بے انتہا غیر اولیاء کو بھی حاصل ہوتی ہے مثلاً نجومی، رمال، جفار اور ہاتھ دیکھنے والوں کو، اس لئے اس کا ہر غرور و فخر بیکار ہے۔

یہ چیز حکمت کا ماحصل یا مقصود نہیں ہے بلکہ غور کیا جائے تو راستہ کی رکاوٹ ہے۔ مسلمان سالک ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے راستہ چلتے خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں، مگر غیر مسلم بے انتہا ریاضت اور جد و جہد سے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یوگ کا ماحصل یہی چیزیں ہیں۔ کرامت کو معیارِ ولایت قرار دے لینے سے تین خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ایک تو یہ کہ ولی اور یوگی میں تمیز نہیں ہوتی، دوسرا یہ کہ طالب کو ان پر غرور پیدا ہو جانے سے

ترقی بند ہو جاتی ہے،تیسرا یہ کہ عوام خدا کو بھول کر کرامت دکھانے والوں کی پرستش میں لگ جاتے ہیں اور یہ خرابی سب سے بڑی اور مسلمانوں کے زوال کی ایک بڑی وجہ بھی ہے۔

اب ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سب طاقت اور غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں تو پھر حضور ﷺ سے معجزے کیوں سرزد ہوئے اور حضور ﷺ کی پیشین گوئیاں کیوں پوری ہوئیں؟ اور یہی باتیں اولیاء اللہ سے کیوں ظہور میں آئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کرامت اور کشف بلاشبہ ولایت کا جزو لاینفک ہے،لیکن ہر شخص جو خوارق عادات دکھائے یا اگلی پچھلی باتیں بتادے ولی نہیں ہوتا۔مختصر یہ کہ" ہر ولی سے خوارق عادات ظہور میں آتی ہیں لیکن ہر وہ شخص جس سے خوارق عادات ظہور میں آئیں ولی نہیں ہوتا"۔اگر چہ غیب کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں لیکن کبھی کبھی کسی بات کا علم اللہ تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے کو بھی عطا فرمادیتا ہے۔اسے کبھی کبھی کوئی خرق عادت بھی کسی سے صادر کرا دیتا ہے تا کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں اور تبلیغ حق میں مدد ملے۔کرامت اولیاء اللہ سے ارادتاً صادر نہیں ہوتی بلکہ ایک بے خودی کی حالت میں سرزد ہو جاتی ہے کہ ان کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔"

"نجوم و رمل وغیرہ کیا چیز ہیں؟ جواب: یہ وہ علوم ہیں جو کسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی کاربراری کیلئے اپنے برگزیدہ بندوں کو تعلیم فرمائے تھے لیکن اب چونکہ یہ بھی دوسری تعلیمات کی طرح پوری صحت کے ساتھ باقی نہیں رہے،اس لئے ان کو ماننا اور ان پر یقین کرنا منع ہے۔اب یہ محض برائے تفنن ہیں،کوئی بات صحیح بھی ہو جاتی ہے کوئی غلط۔"

"یاد رکھیے کہ رسول اکرم ﷺ سے معجزے کبھی کسی مسلمان نے طلب نہیں کیے صرف کفار نے طلب کیے تھے۔ مسلمان تو حضور سے صرف ایمان اور اخلاق کی تعلیم حاصل کرتے اور زندگی کے مسائل حل کراتے تھے۔ اسی طرح اولیاء اللہ سے کرامات بھی کوئی ارادتمند کبھی طلب نہیں کرتا، معجزے اور کرامات ہمیشہ کفار کو مسلمان بنانے کیلئے صادر ہوتی تھیں کیونکہ کفار انہی کو معیار بزرگی سمجھتے تھے، مگر آج مسلمان بھی کرامات اور خوارق عادات کو معیار بزرگی جانتے ہیں اور ہر خرق عادت دکھانے والے کو بزرگ سمجھ کر گمراہ ہو رہے ہیں۔"

سالانہ کونشن 2022ء لمحہ بہ لمحہ

(حافظ محمد یٰسین نوکھر)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد عصرِ حاضر کے عظیم صوفی بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے 1950 کی دہائی کے آغاز میں ہی رکھی۔ ہر تنظیم کے کچھ خاص مقاصد ہوتے ہیں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا مقصد مسلمانوں میں قرون اولیٰ جیسی اعلیٰ وارفع صفات پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا ہے۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا ہے اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول ﷺ، کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔

کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔ ہر تنظیم اپنے مقاصد کے حصول کیلئے ایسے اجتماعات منعقد کرتی ہے جن سے ان کی تعلیمات کا عکس جھلکتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ روح پرور اجتماع 21، 22 اکتوبر کو مرکز تعمیر ملت وحید کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالا میں شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب توحیدی صاحب کی زیر نگرانی منعقد ہوا۔ سالانہ اجتماع کے انتظامات کو حتمی شکل دینے کے لیے دو روز دیک کے کچھ حلقہ جات جیسا کہ گوجرانوالہ، گکھڑ، نوکھر، راولپنڈی اور ملتان وغیرہ سے بھائی جمعرات کو ہی مرکز تشریف لے آئے تھے۔

سالانہ اجتماع کے پہلے دن کی پہلی نشست کا آغاز دن 10:00 بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت قاری محمد نعیم صاحب نے حاصل کی جبکہ نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت جناب حافظ عبدالکریم صاحب آف ملتان کے حصہ میں آئی۔ پھر موضوع سے متعلق تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ سلسلہ تقاریر کے پہلے مقرر سید معیز بخاری آف ملتان نے ''راہ سلوک میں ادب کا مقام'' کے عنوان سے اظہار خیال فرمایا۔ سلسلہ تقاریر کے دوسرے مقرر کاشف سجاد نے ''طلب اور اس کی اہمیت'' پر روشنی ڈالی۔ پہلی نشست میں نقابت کے فرائض جناب پروفیسر احمد رضا خاں نے سرانجام دیے۔ پہلی نشست کی خاص بات یہ تھی کہ یہ قبلہ بابا جان کے حکم پر منعقد ہوئی تھی وگرنہ اس سے پہلے پہلی نشست نماز جمعہ کے بعد ہی ہوتی تھی۔ پہلی نشست کا اختتام نماز جمعہ کی ادائیگی پر ہوا۔ خطبہ جمعہ حافظ عبدالکریم صاحب نے ارشاد فرمایا۔

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد بھائیوں کو کھانا پیش کیا گیا اور روقفہ آرام ہوا۔ پہلے دن کی دوسری نشست کا آغاز نماز عصر کی ادائیگی کے بعد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید حافظ عبدالکریم صاحب نے فرمائی جبکہ نعت شریف عبدالرشید ساہی صاحب نے پڑھی۔ اس کے بعد گوجرانوالہ کے بھائی جناب محمد ریاض نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس میں انھوں نے شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب توحیدی اور مقامی بھائیوں کی طرف سے آنے والے معزز مہمان بھائیوں کو خوش آمدید کہا جو اپنی گوناگوں مصروفیات ترک کر کے محض اللہ کی رضا کے لیے اجتماع میں شرکت کے لیے مرکز تعمیر ملت تشریف لائے۔

خطبہ استقبالیہ کے بعد قبلہ بابا جان نے مختصر اًبات چیت کی جو کہ سلسلہ کی تعلیم اور بانیِ سلسلہ کے متعلق تھی بعد ازاں شرینی اور چائے پیش کی گئی۔ نماز مغرب کی باجماعت

ادائیگی کے بعد اجتماعی حلقہ ذکر ہوا۔ سید عابد کبیر شاہ صاحب نے حلقہ ذکر کیا۔ بزرگ پیر بھائی جناب پیر خان صاحب نے شجرہ توحیدیہ پڑھا ختم پاک ہوا قبلہ بابا جان نے خصوصی دعا فرمائی۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد بھائیوں کو کھانا پیش کیا گیا۔ اور یوں پہلے دن کی مصروفیات کے بعد بھائی آرام کرنے کی غرض سے کمروں میں تشریف لے گئے۔

سالانہ اجتماع کے دوسرے دن بروز ہفتہ نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد ایصال ثواب کے لیے اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ ختم پاک راولپنڈی کے بھائی عزیز عارف صاحب نے پڑھا جبکہ بابا جان نے دعا فرمائی۔ اجتماعی قرآن خوانی کے فوراً بعد خادمان حلقہ اور مجازین کرام کی شیخ سلسلہ جناب قبلہ محمد یعقوب توحیدی سے خصوصی مجلس مشاورت منعقد ہوئی جو تقریباً 2½ گھنٹے تک جاری رہی۔ جس میں سلسلہ کی تعلیم کو فروغ دینے اور ماہانہ مجلّہ فلاح آدمیت کو مزید موثر بنانے کے بارے میں تجاویز پیش کی گئیں۔ نو بجے برادران کو ناشتہ پیش کیا گیا ناشتے کے فوراً بعد دوسرے دن کے اجلاس کی تیاری شروع ہوئی۔ دوسرے دن کے پہلے اجلاس کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے دن 10:00 بجے ہوا۔ حافظ عبدالکریم صاحب نے تلاوت قرآن پاک فرمائی اور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں نعت شریف پیش کی۔ اظہار خیال برادران کا سلسلہ شروع ہوا سب سے پہلے گوجرانوالہ کے بھائی اور سابقہ ایڈیٹر مجلّہ فلاح آدمیت جناب عبدالقیوم ہاشمی نے سلسلہ توحیدیہ کے سلوک میں تزکیہ اخلاق کی اہمیت کے عنوان پر اظہار خیال فرمایا۔

سلسلہ تقاریر کے دوسرے مقرر ملتان سے جناب خالد محمود بخاری صاحب تھے جنہوں نے ''کشف وکرامات کی حقیقت بانی سلسلہ کی نظر میں'' کے عنوان سے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ انھوں نے فرمایا کہ تصوف اور روحانی طاقت دو الگ الگ چیزیں ہیں

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہر وہ آدمی جو کرامتیں دکھائے ضروری نہیں کہ صوفی بھی ہو لیکن ہر کامل صوفی میں کرامات دکھانے کی طاقت ضرور ہوتی ہے۔سلسلہ تقاریر کے اگلے مقرر حمزہ اسد نے ''قرآن اور بانی سلسلہ'' کے عنوان کے تحت اظہار خیال فرمایا۔راولپنڈی کے بھائی پیر خان توحیدی نے ''سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ یادیں'' کے عنوان سے اظہار خیال فرمایا انھوں نے بانی سلسلہ سے اپنی ملاقاتوں کے احوال سے حاضرین کو آگاہ فرمایا۔گوجرانوالہ کے بھائی جناب شفیق احمد صاحب نے ''صحوی تصوف اور سکری تصوف'' کے عنوان کے تحت گفتگو فرمائی۔انھوں نے فرمایا کہ بانی سلسلہ نے چراغ راہ میں فرمایا ہے کہ صوفیوں اور فقیروں کی ہزاروں قسمیں ہیں لیکن تصوف کی صرف دو قسمیں ہیں ایک صحوی دوسری سکری صحوی تصوف کے معنی ہیں تصوف ''بیدار''سکری تصوف کے معنی ہیں تصوف ''خفتہ'' جب تک کسی قوم کے صوفیوں میں تصوف بیدار کارفرما ہوتا ہے وہ قوم برابر ترقی کرتی رہتی ہے سید عابد کبیر شاہ صاحب نے محبت وصداقت کے عنوان کے تحت بھرپور گفتگو فرمائی۔انھوں نے فرمایا کہ محبت وصداقت سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے امتیازی نشانات ہیں۔سلسلہ تقاریر جاری تھا کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔اور نماز ظہر باجماعت ادا کی گئی بعد ازاں ظہرانہ دیا گیا اور بھائیوں کو آرام کا موقع دیا گیا۔

سالانہ اجتماع کے دوسرے دن کے دوسرے اور سب سے اہم اجلاس کی کاروائی کا آغاز نماز عصر کی ادائیگی کے بعد ہوا۔دوسرے دن کا یہ اجلاس اس لیے بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ اسی اجلاس میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ اپنا سالانہ خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔اس اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔نعت رسول مقبول ﷺ ماجد محمود توحیدی نے پیش کی جس کے بعد شیخ سلسلہ توحیدیہ جناب قبلہ محمد یعقوب توحیدی صاحب نے اپنا سالانہ خطبہ ارشاد فرمایا۔قبلہ بابا جان کے خطبہ کے بعد پروفیسر احمد رضا خان نے چند گزارشات پیش کیں

اور یوں نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا۔ دوسرے دن کے اجلاس کی نقابت کے فرائض راقم الحروف نے ادا کیے۔ حسبِ معمول نمازِ مغرب کے بعد حلقہ ذکر ہوا۔ حلقہ ذکر ماجد محمود توحیدی نے کرایا۔ جبکہ ختم پاک حافظ عبدالجبار ڈار نے پڑھا اور قبلہ بابا جان نے دعا فرمائی۔ نمازِ عشاء کی ادائیگی کے بعد عشائیہ دیا گیا اور تقریباً دس بجے محفل سماع کا آغاز ہوا۔ شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب توحیدی اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے جبکہ ان کے دائیں طرف ملتان کے بزرگ بھائی خالد محمود بخاری اور بائیں طرف جناب عابد کبیر شاہ تشریف فرما تھے۔ رفاقت علی رفاقت قوال و ہمنوا نے محفل سماع میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ اور اللہ کے حبیب حضرت محمد ﷺ کی محبت سے لبریز کلام پیش کیا جس سے توحیدی بھائی خوب مسرور ہوئے۔ محفل سماع رات سوا ایک بجے تک جاری رہی جس کے بعد ترانہ توحیدیہ پڑھا گیا اور قبلہ بابا جان نے خصوصی دعا فرمائی۔ جس میں تمام حاضرین، مریدین سلسلہ اور ملک وقوم کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی ترقی اور نشاۃ ثانیہ کے لیے خصوصی دعائیں کی گئیں۔

سلسلہ توحیدیہ کے اجتماع کے آخری دن اتوار کی صبح نمازِ فجر کے بعد اجتماعی قرآن خوانی کی گئی۔ بعد ازاں ناشتہ پیش کیا گیا اور تمام بھائی قبلہ بابا جان سے الوداعی ملاقات کر کے رخصت ہو رہے تھے۔ تمام توحیدی بھائی اپنے قلوب میں تازہ ولولے اور جذبے کے لیے اس عہد کے ساتھ مرکزِ تعمیر ملت سے رخصت ہوئے کہ بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری نے اصلاح معاشرہ و اتحادِ ملت کا جو مشن ہمیں سونپا ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھیں گے۔ یہ مقدس مشن ہر لحظہ ہمارے پیش نظر رہے گا اور اس میں ہر بھائی اپنا مقدور بھر حصہ ڈالے گا۔

تطفیف

(ڈاکٹر محمد یونس حنیف۔ کالی صوبہ خاں)

ترجمہ:۔ تباہی ہے کم ناپنے اور کم تولنے والوں کے لیے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اس میں کمی کرتے ہیں کیا یہ گمان نہیں رکھتے کہ یہ لوگ اٹھائے جانے والے ہیں، ایک عظیم دن کی حاضری کے لیے۔ اس دن لوگ اٹھیں گے رب العالمین کے حضور حاضر ہونے کے لیے۔

تیسویں پارے کی سورۃ مطففین کی ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایسے عمل کی طرف اپنے بندوں کی توجہ دلائی ہے۔ جو عمل نہیں درحقیقت بدعملی ہے۔ جو بیک وقت بہت بڑا گناہ بھی ہے۔ انتہاء درجے کی بداخلاقی بھی معاشی دہشت گردی بھی۔ اور دوسرے شخص کی حق تلفی بھی۔ اس گناہ بداخلاقی اور حق تلفی کا نام ہے "تطفیف"۔

رسول اللہ ﷺ اور قرآن و جنت کی زبان مبارک میں "تطفیف" کا جو مفہوم واضح ہوتا جاتا ہے۔ اس مقام زری شان پر (قرآن کا بعض حصہ بعض کی تفسیر کرتا ہے) یعنی قرآن اپنی تفسیر آپ بیان کرتا ہے، کہ زریں اصول کے مطابق "تطفیف" کا جو مفہوم واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مطففین وہ لوگ ہیں کہ جب وہ لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب وہ ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اس میں کمی کرتے ہیں ان آیات کے ترجمہ اور مفہوم کے واضح ہو جانے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ لعنت ہے ان نامراد و خسیس لوگوں پر جن کے لینے کے

باٹ اور، اور دینے کے باٹ اور ہیں۔ اسی طرح ان کے ناپنے کے پیا نے بھی دو طرح کے ہیں لیتے ہیں تو اس میں کسی قسم کی کمی نہیں آنے دیتے اور دینے میں ہاتھ کا کرتب دکھا جاتے ہیں۔ اور چیز دینے میں ضرور کمی کر جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں اور بھی متعدد مقامات پر اور بیشتر مواقع پر اس فعل بد اور عملِ سود کی مذمت بیان کی گئی۔ بلکہ ایک قوم پر دردناک عذاب نازل کرنے اور اس کو تباہ کرنے کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب ناپ تول میں کمی کرنے کو قرار دیا ہے۔ وہ قوم تھی اللہ کے ایک اور اولوالعزم پیغمبر حضرت شعیبؑ کی۔ جو ایک ہی وقت میں تین بڑے گناہوں میں ملوث تھی۔ (1) شرک و بت پرستی (2) مسافروں کے راستے روک کر ان پر ڈاکے ڈالنا (3) ناپ تول میں کمی کرنا۔

حضرت شعیبؑ کو ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا گیا۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو کفر و شرک اور بت پرستی سے منع کیا اور توحید کی دعوت دی۔ اسی طرح کم ناپنے اور تولنے اور لوگوں کی حق تلفی کرنے اور راستے روک کر لوگوں پر ڈاکے ڈالنے سے منع کیا۔ سیدنا حضرت شعیبؑ کی دعوت قرآن کریم کے تناظر میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ۔ (اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی سوائے اس کے تمہارے لیے کوئی راہ نہیں ہے)

ترجمہ۔ (پس پورا کرو ناپ کو اور تول کو اور نہ گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں)

ترجمہ۔ (اور نہ بیٹھو تم راستوں پر کہ روکتے ہو تم اللہ کی راہ سے)

متکبر اور سرکش سرداروں نے کہا۔

ترجمہ۔ (اے شعیب تجھ کو اور تیرے ایمان دار ساتھیوں کو ہم اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا تم دوبارہ ہماری ملت میں لوٹ آؤ گے۔ اور یہ بھی کہا۔

ترجمہ:۔ (یعنی کیا تمہاری نماز اس بات کا حکم دے رہی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے رہے ہیں۔ یا ہم اپنے مال میں جس طرح چاہیں تصرف کرنا چھوڑ دیں)۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے جو ہمیں ہمارے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملا ہے اس لیے نہیں چھوڑ سکتے اور یہ ہمارا مال ہے ہم جس طرح چاہیں اسے حاصل کریں۔ کم تولیں، کم ناپیں، ڈنڈی ماریں، ڈاکے ڈالیں یا دھوکہ دے کر حاصل کریں تم کون ہو ہمیں روکنے والے ہمارے معاملات میں دخل اندازی کرنے والے۔ ہم تیری نمازوں میں مداخلت نہیں کرتے تم ہمارے عقیدے اور معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ ان سرداروں نے دوسرے لوگوں کو دھمکی دی اور کہا۔

ترجمہ:۔ اگر تم نے پیروی کی شعیب کی تو بے شک تم بھی نقصان اٹھاؤ گے۔ ایک نقصان تو یہ ہے کہ تم باپ دادا کا دین اور عقیدہ چھوڑ کر بے دین ہو جاؤ گے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ مالی طور پر تم کمزور ہو جاؤ گے۔ بلکہ کنگال ہو جاؤ گے۔ اور تیسرا نقصان یہ ہے کہ ہم تم کو بھی شعیب کے ساتھ گھروں سے بھی نکال دیں گے اور ٹانگیں بھی توڑ دیں گے۔

حضرت شعیبؑ کے بار بار پیار اور محبت سے سمجھانے کے باوجود وہ باز نہ آئے اور تزد د وسرکشی میں بڑھتے چلے گئے، تو پھر وہی ہوا جو انبیاء و رسل کی ہدایت سے روگردانی اور سرکشی کرنے والوں کا ہوتا ہے، ترجمہ: (بس پکڑ لیا ان کو زلزلے نے، پھر صبح کو تھے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے) جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو وہ اس طرح ہو گئے گویا وہ اپنے گھروں میں، شہر میں، بستی میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ اور جو یہ اعلان کرتے نہیں تھکتے تھے کہ جنہوں نے شعیب کی بات مانی وہ نقصان اٹھائیں گے۔ ان جھٹلانے والوں نے خود نقصان اٹھایا۔ پروردگارِ عالم جل جلالہ نے ہلاک کر دیا اور ان کے گھروں کو کھنڈرات میں

تبدیل کر دیا۔ یہ انجام ہوا شرک وبت پرستی کا اور ناجائز وحرام طریقے سے مال دولت اکٹھا کرنے کا۔ استادِ محترم حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ یہ کم تولنا اور کم ناپنا تجارت کے ساتھ ہی نہیں ہے بلکہ کم تولنا اور کم ناپنا اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو امام المفسرین ہیں سورۃ مطففین کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔(تفسیر ابن عباسؓ)

ترجمہ:۔ ''قیامت کے روز سخت عذاب ان لوگوں کو بھی ہوگا جو اپنی نماز، زکوٰۃ اور روزے اور دوسری عبادات میں کمی کرتے ہیں۔'' اس سے مفہوم ہوا کہ عبادات میں کوتاہی کرنا ان کو پورے آداب واہتمام کے ساتھ ادا نہ کرنا بھی تطفیف ہے۔ یہی بات تو قرآن عزیز کہتا ہے۔

ترجمہ:۔ پس بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے بےخبر ہیں ۔اسی طرح آں حضرت ﷺ کے سامنے ایک صاحب نے جلدی جلدی نماز ادا کی تو آپ ﷺ نے اسے دوبارہ سہ بار پڑھائی اور ہر بار یہ فرمایا۔ترجمہ:''تم نے نماز نہیں پڑھی لہٰذا دوبارہ نماز پڑھو اور پھر اس کو اطمینان وسکون اور ارکانِ نماز کو وقار کے ساتھ ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ نے ایک شخص کو اسی طرح بے سکونی کے ساتھ جلدی جلدی نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا تم نے نماز میں تطفیف کی ہے۔

گویا صرف ناپ اور تول میں کمی کرنے ہی کو تطفیف نہیں کہا جائے گا بلکہ ہر کام میں بددیانتی کرنے اور ڈنڈی مارنے کو تطفیف کہیں گے۔ وہ کام عبادات کے زمرے میں آتا ہو، معاشرت یا معاملات کے زمرے میں، پھر اس کام کا تعلق آپ کی اپنی ذات سے یا بیوی بچوں کے ساتھ ہو۔ آپ اللہ جل شانہ، کے حقوق میں کمی کرنے کا ارتکاب کریں یا اللہ کی مخلوق

کے حقوق میں کمی اور کوتاہی کے مرتکب ہوں۔ ریڑھی پر رکھا ہوا پھل اور سبزی یا کریٹ میں رکھا ہوا مال اوپر سے اچھا نظر آنے والا اور نیچے داغ دار، کیڑے لگا ہوا اور جلا ہوا یہ تطفیف ہے مزدور سے کام پورا لینا اور اس کی اجرت بروقت ادا نہ کرنا یا پوری نہ دینا اسی طرح کام پورا نہ کرنا اس میں کمی اور کوتاہی کرنا تنخواہ پورے ماہ کی لینا، ہر روز نت نئے الاؤنسز کے مطالبے کرتے رہنا لیکن اپنی ڈیوٹی پر دیر سے آنا یا وقت سے پہلے چھٹی کر جانا۔ کام کے اوقات میں فارغ بیٹھے رہنا، گپیں ہانکنا، تاش کھیلنا، لڈو کی بازی لگانا، اپنے مہمانوں کو اوقاتِ دفتر یا مدرسہ وسکول میں مدعو کر کے خورد و نوش میں مصروف رہنا، خاص طور پر خواتین کا اپنے بچوں کو اوقاتِ کار میں اپنے ساتھ لا کر خود ان کے کاموں میں مصروف رہنا ملازمین کو ان کے ساتھ مشغول رکھنا، یعنی اپنے فرضِ منصبی میں خود بھی کوتاہی کرنا اور ادارے کے ملازمین کو بھی کوتاہی کے مرتکب ہونے پر مجبور کرنا سب تطفیف کے زمرے میں آتا ہے۔ علی ھذا القیاس لفظ تطفیف کا مفہوم بہت ہی وسیع ہے۔ اسے جتنا پھیلائیں پھیلتا چلا جائے گا۔ اتنا بڑا گناہ اور جرم ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے لفظ ''ویل'' خرابی، بربادی اور تباہی، اس کی مذمت میں پوری سورۃ مبارکہ نازل ہوئی۔ ایک مکمل قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ ان کے گھروں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا۔ ہنستے بستے گھر اجڑ گئے۔ انسان کھجوروں کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح سطحِ زمین پر اوندھے منہ، گھٹنوں کے بل گرے ہوئے نشانِ عبرت بنے پڑے تھے۔ کتے، گدھے، اور کوے ان کے بدن نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ ان کو ایسے مٹایا گویا کبھی وہ دنیا میں آئے ہی نہیں تھے۔ اس معمورۂ عالم میں، اس زمین پر کبھی نہ انہوں نے آنکھ کھولی، نہ کبھی آباد ہی ہوئے تھے۔

یاد رکھیے، کسی کا حق چاہے اللہ تعالیٰ کا حق ہو یا اللہ کے بندوں کا حق ہو۔حق حق ہی ہوتا ہے، اگر آپ کا اس پر حق نہیں ہے تو حق حق دار کو دے دیں، اسے ہی ملنا چاہیے۔ کسی قسم کا بھی حق ہو اس میں جب کمی اور کوتاہی کی جائے گی تو یہ بھی ناپ تول میں کمی کے حکم میں داخل ہو گی۔اس پر وہ ساری وعیدیں صادق آئیں گی جو قرآنِ کریم نے ناپ تول کی کمی میں بیان کی ہیں۔

دعائے مغفرت

راولپنڈی سے خادم حلقہ عبدالکریم کے والد

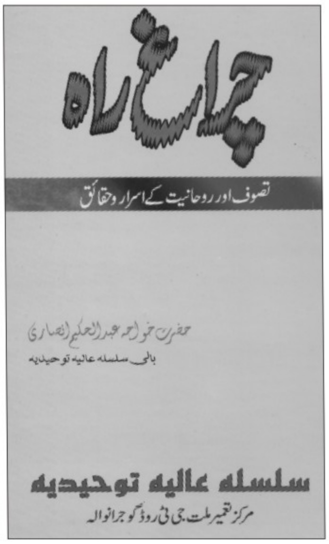
گوجرانوالہ سے بھائی شاہد بٹ کی جواں سال بیٹی

باباجان کے بھتیجے محمد اقبال

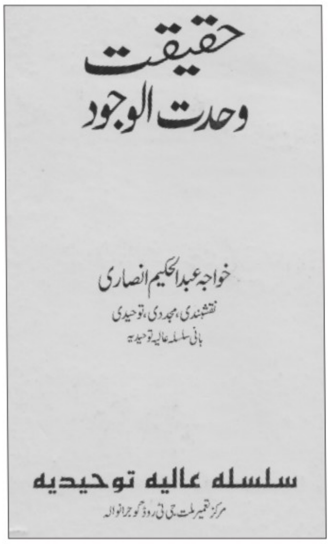
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

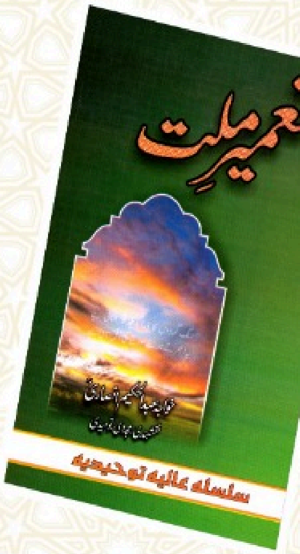


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

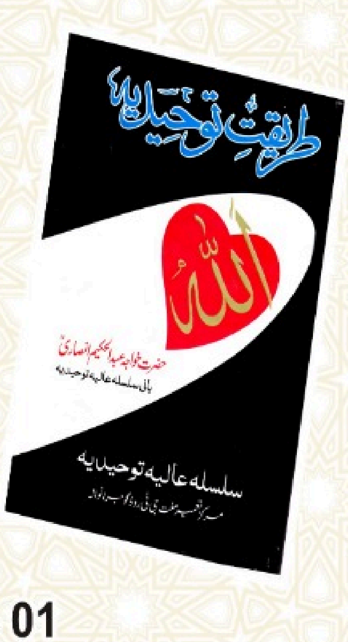


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com